YOUTH PARLIAMENT PAKISTAN
DEBATES
Wednesday, June 20, 2012

The Youth Parliament met in Best Western Hotel, Islamabad at five minutes past three in the evening with Mr. Speaker (Mr. Wazir Ahmed Jogezai) in the Chair.

(Recitation from the Holy Quran)

Mr. Speaker: Numair Farooq Sahib.

Mr. Fahad Mazhar Ali (Leader of the Opposition): Sir, I have a request.

جناب سپیکر: جی بولیں پلیز۔

جناب فہد مظہر علی: جناب! میں نے ایک adjournment motion کے بارے میں بات کرنی تھی، اس کے لیے میں آپ کی consent چاہتا ہوں۔ کل سپریم کورٹ نے جو decision لیا ہے، اس کی importance کو دیکھتے ہوئے اگر آپ ہمیں کچھ time دے دیں تاکہ ہم اس معاملے پر آج کے دن discussion کرلیں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔

جناب سپیکر: وہ تو ہوگیا جو ہونا تھا۔

جناب فہد مظہر علی: ہم اس معاملے پر discussion کرنا چاہ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: اس پر Discussion کریں گے، درمیان میں time مل جائے گا۔

جناب فہد مظہر علی: ٹھیک ہے جناب۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: احمد نمیر فاروق۔

Mr. Ahmed Numair Farooq: Mr. Speaker, I beg to move a motion that:

"This House may discuss the possible recommendations for the youth finance policy 2012."

Mr. Speaker: Please explain.

Mr. Ahmed Numair Farooq: Sir, we are going to present finance policy of the Youth Parliament in the coming session, so we want to discuss that prior to presentation.

Mr. Speaker: Please discuss, the floor is yours. You may explain first, then I will ask the members.

جناب نمیر احمد فاروق: جناب! ہم Blue Party کی طرف سے یوتھ پارلیمنٹ میں جو finance policy لارہے ہیں، وہ 15 point agenda ہے۔ میں چاہ رہا تھا کہ آج final policy present نہ کروں، پہلے ارکان discuss کرلیں کہ ان کی recommendations کیا ہیں تاکہ میں کل ان کو incorporate کرکے پھر present کرسکوں۔

جناب سپیکر: آپ اس کی highlight یا guideline دے دیں تو بہتر ہوگا۔ آپ بولیں گے؟

جناب نمیر احمد فاروق: جی میں نہیں بولنا چاہتا، میں سننا چاہ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: پھر آپ تشریف رکھیں۔ Then from where should I start? Leader of the Opposition, do you have to say something about it?

Mr. Fahad Mazhar Ali: No sir. It's ok.

جناب سپیکر: جی عتیق صاحب۔

جناب محمد عتیق: میں یوتھ فنانس پالیسی کے بارے میں تھوڑا سا comment کرنا چاہوں گا۔ اس پالیسی میں جو سب سے اہم initiative ہونا چاہیے وہ بہرحال اس کی education کا ہونا چاہیے۔ میری ایک recommendation یہ ہے۔ جس طرح ہماری Higher Education کا ادارہ ہے، صوبائی یا وفاقی سطح پر کچھ ادارے ہیں جو یوتھ کی تعلیم، اعلیٰ تعلیم، سکالرشپ یا ان کی funding کے لیے کچھ کام کرتے ہیں۔ ایک student ایسا ہے جو ہاروڈ میں، یا پھر MIT میں یا کسی اور بڑے ادارے میں اگر admission secure کرتا ہے، اب HEC یا دوسرے جو فارن مشن یہاں کام کررہے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ ہمارے فارمولے اور criteria کو fulfill کریں چاہے آپ نے ہارورڈ میں admission secure کیا ہوا ہے یا MIT میں کیا ہوا ہے یا پھر آپ نے کیمبرج میں کیا ہے یا کسی اور بڑے ادارے میں، you need to fulfill our curriculum and our design.

اس میں مزید recommendation یہ ہے کہ فنانس پالیسی کے اندر ایک خاص حصہ at least 25% جو ہونا چاہیے وہ یوتھ کی اگر ہم age decide کردیں کہ up to 26 or 28 years یوتھ کی جو age اس میں فنانس میں education کا 25% اگر وہ پالیسی وفاقی یا صوبائی سطح پر بنتی ہے تو 25% جو ہونا چاہیے وہ education کی مد میں ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر: تیمور شاہ صاحب۔

جناب محمد تیمور شاہ: شکریہ جناب سپیکر۔ میری یہ گزارش ہے کہ recommendations کا جو matter انہوں نے raise کیا ہے، possible recommendations for the youth finance policy 2012, it is your consent کہ آپ اس کو فنانس، پلاننگ اور اکنامک افیئرز کی کمیٹی کو refer کردیں اور وہ کمیٹی جو سفارشات تیار کرکے ایوان میں پیش کرے گی، ان پر debate ہوجائے۔ As such ایوان سے ایسی چیز expect تو نہیں کر سکتے لیکن اگر یہ معاملہ Standing Committee میں جائے اور وہ سفارشات تیار کرکے پھر ایوان میں لے آئے۔ اس میں سپیکر کا consent چاہیے، اگر آپ چاہتے ہیں تو ایسا کرسکتے ہیں۔

جناب سپیکر: سراج میمن صاحب۔

جناب سراج دین میمن: شکریہ جناب سپیکر۔ اکنامک پالیسی سے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی economy اپنے پاؤں پر نہیں کھڑی بلکہ دوسروں کے سہارے پر کھڑی ہے۔ یہ اپنے پاؤں پر کیسے کھڑے ہوگی؟ اس کا طریقہ ہے tax revenue generation کا۔ ہمارے پاس revenue generation نہیں ہوپارہی۔ ہم ہاتھوں میں کشکول لیے دوسروں کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ دوسرے ملکوں، آئی ایم ایف، ورلڈ بینک، ایشین ڈویلپمنٹ بینک، اسی طرح دوسرے بین الاقوامی credit دینے والے ادروں کی طرف ہم دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ کسی بھی ملک کا personal revenue generation ٹیکس کے ذریعہ ہوتا ہے۔ FBR کے مطابق ہمارا direct tax 2% ہے۔ سابق وزیر خزانہ شوکت ترین کے مطابق صرف FBR میں 500 ارب روپے کی irregularities ہوتی ہیں۔ جو 2% direct tax وصول ہورہا ہے، اس میں بھی 500 ارب روپے کی irregularities یعنی کرپشن ہے، اس طرح ہمارے قومی خزانے میں وہ پیسے نہیں آرہے۔

ہماری economic policy جو بھی بنے، اس میں جو direct tax ہے، چاہے وہ agriculture پر ہو، wealth پر ہو، یا lotteries جو لوگ win کرتے ہیں، ان پر آپ direct tax لگائیں تاکہ امیر لوگ زیادہ ٹیکس دیں۔ اس وقت تو امیر لوگ بھی اتنا ہی indirect tax دیتے ہیں جتنا غریب لوگ دیتے ہیں۔ پیسوں والا بھی اسی rate سے ٹیکس دے رہا ہے جتنا کہ کم پیسوں والا۔ میری ایوان سے گزارش ہے اور پالیسی بھی یہی ہونی چاہیے کہ ہمارے پاس revenue generation through tax ہونی چاہیے۔ یہ ٹیکس agriculture اور manufacturing sector پر بھی لگنا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب یاسر ریاض صاحب۔

جناب یاسر ریاض: شکریہ جناب سپیکر۔ یوتھ پارلیمنٹ کی معاشی پالیسی کی طرف جانے سے پہلے ہمیں چند چیزوں کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس وقت پاکستان کے بڑے بڑے economic problems ہیں کیا۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہم ہر سال deficit budgeting کرتے ہیں، اپنے بجٹ میں ہم ہر سال ایک بڑی تعداد deficit budgeting کی رکھتی ہیں، پھر ہم اس کو loans کے ذریعے یا پھر پیسے چھاپ کر اس کو پورا کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں یہ چیز دیکھنی چاہیے کہ ہم اس deficit budget کو کس طرح پورا کرسکتے ہیں۔

ہمارے economic system کا دوسرا major issue یہ ہے کہ ہمارے ہاں معاشی تفریق بہت زیادہ ہے۔ ہمارے ہاں ایک طبقہ ایسا ہے جو کہ بہت زیادہ مالدار ہے، جس کے پاس بے تحاشا دولت ہے، اس کے پاس زندگی کی ساری آسائشیں میسر ہیں۔ دوسری طرف ایک ایسا طبقہ ہے جو poverty line سے بہت نیچے survive کر رہا ہے۔ دونوں طبقات کے درمیان فرق روزبہ روز بڑھتا جارہا ہے۔ ان چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے جو چند تجاویز میرے ذہن میں ہیں، میں پیش کردیتا ہوں۔

پہلی چیز تو یہ ہے کہ ہم نے اپنے revenue system کو بہتر کرنا ہے۔ ہمیں اپنے tax net کو increase کرنا ہوگا۔ ہمارے بہت بڑے بڑے sectors زراعت سمیت ایسے ہیں جن پر tax عائد نہیں ہے۔ ان تمام sectors کو tax net میں لانا ہوگا۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ tax صرف ہمارا غریب طبقہ زیادہ pay کررہا ہے جبکہ امیر طبقہ maximum tax pay نہیں کررہا۔ ہمیں اس tax evasion کو بھی ختم کرنا ہوگا اور ٹیکس کے دائرہ کار کو وسیع کرتے ہوئے، اپنے revenue کو بہتر کرنا ہوگا۔

ہمارے معاشی مسائل کا دوسرا major issue یہ ہے کہ ہم international اداروں پر بہت زیادہ rely کرتےہیں، ان سے ہم loans لیتے ہیں اور پھر ان loans کی وجہ سے ہمیں ان کی بہت زیادہ شرائط ماننا پڑتی ہیں۔ اس کے لیے ہمیں ایک long term policy بنانا ہوگی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یوتھ پالیسی کے اندر واضح recommendation ہونی چاہیے کہ ہم نے debt کتنا لینا ہے، کس وقت لینا ہے اور کن شرائط پر لینا ہے۔ ان تمام چیزوں کو یوتھ پالیسی discus کرے۔

اسی طرح expenditure side پر بھی ہمیں واضح guidelines دینی چاہیں کہ ہماری long term priorities ہونی چاہیں۔ ہمیں short term کی بجائے long term priorities دیکھنی چاہیں، ہمیں education کو دیکھنا چاہیے اور energy sector کو دیکھنا چاہیے۔ یوتھ پارلیمنٹ کو priorities set کرنی چاہیں کہ کن چیزوں پر expenditure ہو۔

معاشی تفریق کو cover کرنے کے لیے micro-financing ایک بہت اچھا tool ہے لیکن micro-financing جو پاکستان میں اس وقت چل رہی ہے، وہ انتہائی high interest rate پر ہے اور اس سے صرف غریبوں کو لوٹا جارہا ہے، ان کی کوئی امداد نہیں کی جارہی۔ جو مختلف ادارے without interest micro-financing کر رہے ہیں، ان کے model کو follow کرنا چاہیے۔ اسی طرح ہمیں سوچنا چاہیے کہ کس طرح ہم اپنی economy کو export oriented بنا سکتے ہیں، اس issue پر بھی یوتھ پارلیمنٹ میں discussion ہونی چاہیے۔

اس کے ساتھ ساتھ جو ایک اور important factor ہے، وہ ہمارا monetary system ہےہم یہ جانتے ہیں کہ حکومت جب بھی deficit budget لاتی ہے تو پہلا کام یہ کرتی ہے کہ نوٹ چھاپ کر اس کو پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس نوٹ چھاپنے کے عمل سے کتنی inflation آتی ہے اور کتنا مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے، اس چیز کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ ہماری یوتھ پالیسی میں monetary policy کو بھی discuss کیا جانا چاہیے۔ جس طرح معزز رکن تیمور صاحب نے بات کی کہ formal discussion کی بجائے بہتر ہوگا کہ ہم اس معاملے کو standing committee کو بھیج دیں، میں بھی strongly recommend کرتا ہوں کہ یہ معاملہ standing committee کو بھیجا جائے، وہ اس کو thoroughly دیکھیں اور پھر وہاں سے یہ پالیسی پارلیمنٹ میں آئے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب عمیر نجم صاحب۔

Mr. Omair Najam: Mr. Speaker, I have some recommendations regarding the economic policy of the Youth Parliament which I have earlier discussed with the concerned Minister as well. Some of them are that there should be some incentives for the tax payers who are paying their taxes on time and are on the right path. They should feel privileged that if they are paying their taxes, they are being recognized by their worth.

Second thing is that there should mechanism and a policy defined by the Government that the royalty that is consumed by the companies that are doing business in Pakistan like automobile industry جو کہ کافی عرصے سے پاکستان میں کام کررہی ہیں اور پاکستان سے بہت سارا revenue باہر لے کر جارہی ہیں لیکن پاکستان میں وہ industry کو deploy نہیں کررہیں اور technology transfer نہیں کررہیں۔ پالیسی بنانے والوں کو اس پر بھی عمل درآمد کروانا چاہیے کہ ٹیکنالوجی پاکستان میں shift ہو۔ میں KFC کی مثال دینا چاہوں گا، KFC پاکستان سے کافی سارا revenue باہر لے کر جاتا ہے حالانکہ potato chips بنانے میں تو کوئی بڑی ٹیکنالوجی use نہیں ہوتی لیکن اس مد میں بھی وہ بہت زیادہ revenue باہر لے کر جارہے ہیں۔

پاکستان کے monetary funds current چیزوں پر use نہیں ہونے چاہییں مثال کے طور پر حکومت کی تنخواہوں اور دوسرے اخراجات کے لیے بلکہ ان کو developmental side پر استعمال کیا جانا چاہیے تاکہ ان کا زیادہ سے زیادہ اثر ہو۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: نجیب بلوچ صاحب۔

جناب نجیب عابد بلوچ: شکریہ جناب سپیکر۔ حزبِ اختلاف کی طرف سے دو ارکان نے بڑی اچھی باتیں کی کہ اس معاملے کو Finance Committee کو refer کیا جائے۔ میرے خیال میں بہت مشکل ہے کہ یہاں

سے recommendations extract کی جاسکیں۔ یا تو حکومت پہلے پالیسی present کرتی پھر یہاں پر recommendations دیتے تو اچھا ہوتا۔ میں کہوں گا کہ اس کو direct فنانس کمیٹی کو refer کردیا جائے۔

جناب سپیکر: طبریز صادق صاحب۔

جناب طبریز صادق مری: شکریہ جناب سپیکر۔ بات یہاں پر ہورہی ہے finance policy کی، کچھ چیزوں کو میں highlight کرنا چاہوں گا۔ جیسا کہ میرے دوست پہلے بتا چکے ہیں کہ tax collection کے process کو بہتر بنانا ہوگا، ہمارا بجٹ obviously ایک deficit budget پیش ہوتا ہے۔ Education also suffers, so does the health. ان ساری کمیوں کو پورا کرنے کے لیے ہم اپنے بینکوں سے internal borrowing کرتے ہیں۔ ہمارا internal debt بڑھتا جارہا ہے جس کی وجہ سے ہماری inflation بھی بڑھ رہی ہے، جس کی وجہ سے مہنگائی بھی بڑھ رہی ہے اور جس کی وجہ سے عام انسان basic facilities سے محروم ہوتا جارہا ہے۔

میرے خیال میں آج کل سب سے بڑا issue energy crisis ہے، ہمیں اس کو سب سے پہلے target کرنا چاہیے۔ I think energy crisis ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے سارے لوگ suffer کرتے ہیں whether it is your industry, whether it is your consumer or anyone else. میری اپنی یہ تجویز ہوگی کہ اس پالیسی میں energy کے معاملے پر زیادہ focus رکھا جائے۔

As the honourable members said, I would also urge that this should be referred to the Finance Committee because it is very difficult to extract recommendations from this discussion. Thank you.

جناب سپیکر: جناب گوہر زمان صاحب۔

جناب گوہر زمان: شکریہ جناب سپیکر۔ سب سے پہلے میں وزیر خزانہ صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ recommendations مانگیں جو کہ آج سے پہلے کبھی نہیں لی گئیں۔ میں کچھ recommendations پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ہم ہمیشہ سے ایک negative balance of trade دیکھتے آئے ہیں، جس میں exports کم ہوتی ہیں اور imports بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ اب ہمیں کیا کرنا ہے؟ جس طرح tax revenue کی بات ہورہی تھی تو ہماری imports میں luxury items بہت زیادہ include ہوتی ہیں، جیسے گاڑیاں، کاسمیٹکس اور بہت ساری دوسری چیزیں جو کہ luxury items میں آتی ہیں۔ ان پر already duty ہوتی ہے لیکن certain items ایسے ہوتے ہیں، مثلاً cell phones ان پر ڈیوٹی بہت کم ہوتی ہے۔ اگر ہم work out کریں اور ایک reasonable rate نکالیں، ان پر duty کو further increase کیا جائے۔

اس کے علاوہ imports پر subsidies دینی چاہییں جس طرح حزبِ اختلاف کے ایک رکن نے power development sector کی بات کی، اس پر میری recommendations یہ ہیں کہ جس طرح industry کا ایک decline چل رہا ہے اور پاکستان میں ہوتا یہ ہے کہ industry related items جب ہم import کرتے ہیں تو اس پر ایک heavy duty pay کرنی پڑتی ہے، اس کے نتیجے میں یہ ہوتا ہے کہ چھوٹا صنعت کار scrap کی صورت میں باہر سے مشینری لے کر آتا ہے تاکہ اس صورت میں اس کو ٹیکس معاف ہوجائے۔ Scrap کی صورت میں وہ ایک outdated machinery لے کر آتا ہے جس کی نہ life ہوتی ہے اور نہ worth اور ساتھ ہی اس پر اسے بہت

زیادہ expenses بھی کرنے پڑتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ ایک اچھی recommendation ہوگی کہ اگر ہم مشینری کی import پر ٹیکس کم کردیں یا اس پر subsidy provide کردیں۔

اس کے علاوہ ہمیں اپنی local investment کو utilize کرنا چاہیے۔ اس کے لیے میں Indian structure کی example پیش کرنا چاہتا ہوں۔ انڈیا میں ایک ملٹی نیشنل کمپنی کو اس وقت تک subsidy یا tax relaxation نہیں دی جاتی جب تک اس میں کوئی local shares نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں انڈیا میں Suzuki Maruti ہے، اسے solely Suzuki operate نہیں کرتی۔ اسی طرح Hero Honda ہے، اسے اکیلے Honda operate نہیں کرتی۔ اسی طرح بہت ساری companies ہیں۔ جب اس طرح کا ایک partnership system establish ہوجائے گا، اس پر ہمیں work out کرنا چاہیے، ہم اس طرح کا کوئی law یا اس طرح کی پالیسی دیں کہ جس طرح سے ہماری local investment جو باہر جارہی ہے، جو textile سے shift ہورہی ہے بنگلہ دیش اور چین کی طرف، یہ چیزیں بھی ساری consume ہوجائیں گے۔

اس کے ساتھ میں سراج اور دیگر اراکین کی بات کو second کرتا ہوں کہ اس پر ایک further discussion ہونی چاہیے اس سے پہلے کہ ایک policy design کی جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: اسامہ ریاض صاحب۔

Mr. Muhammad Usama Riaz: Thank you honourable Speaker. As it is a well recognized fact that economic and financial condition of the country is in dismal condition. There are certain reasons for that and we need to come immediately towards the solutions.

I would like to say that as far as the taxation of agricultural sector is concerned, there is misnomer that the poor farmer would be the victim in this case but I am afraid that is not the case. The agricultural sector should also be brought within the limits and boundaries of the taxation regime.

As far as the micro-finance within Pakistani territories is concerned, micro-finance is definitely related with the high interest rate which renders micro-finance extremely inefficient. What we need to do is to evolve and introduce reforms in the micro-financing so that we can move towards a really smooth and fair revenue generation system.

Furthermore, I would like to say whenever a deficit budget is presented that tends the Government to move towards more currency generation. That ultimately leads to the inflation rate and once the inflation rate increases, that definitely adds to the miseries of the country. What we need to do is to control the inflation rate and also control the internal debt within the country which is also on consistent rise.

We definitely cannot deny the fact that to introduce strong economic and financial reforms within the country, the power and energy crisis needs to be resolved because energy crisis is something which is directly interlinked and interconnected with the financial and economic reforms. That is something which should be done.

As far as the budgetary reforms of the National Assembly are concerned, I would like to say that there should be an enhanced role of the standing committees in the Parliament of Pakistan to oversee the entire budget formulation process so that the level of transparency can be increased. When you are sitting in the Parliament, each and every member does not have expertise on each and every fragment and section

of a particular budget. If a particular section of the budget is referred to a particular standing committee, that definitely adds to the credibility of the budget because budget passing criterion is one of the most important and fundamental power which is vested in any legislature. This is something which must be kept in mind.

Furthermore, I would like to say that the role of the standing committees both in the provincial assemblies and Parliament of Pakistan should be increased. We should also take into consideration the fact that we should also follow the examples and the role models which have been set by our neighbouring countries for instance India. As it has already been mentioned that there should be an increased level of shares, if we want to give subsidies to the foreign countries, if foreign investors are coming within the country and we want to give subsidy to them, we should have a condition that some local shares must be involved in it.

Furthermore, I would also like to say that the finance policy which is going to be formulated by this prestigious House should be forming such recommendations which move towards a much more export-oriented future of the country. That would add to the national reserves of the country. We can also say that we have the taxation system but the problem definitely lies with the implementation. A line needs to be drawn between the rich and the poor. A policy should be framed as how through the taxation system, the poor would be benefited and the rich would be taxed accordingly because it is the wealth that should taxed. In this way, we can contribute positively to the entire budgetary system.

In case any person irrespective of his political position, is found guilty of not paying tax, he should be dealt with justice and the iron fist keeping in view the legal requirements laid down by the Constitution and relative criminal laws of the country.

Furthermore, I would like to add that we should be very much focusing on the long term strategies. We should be focusing that what lies ahead. When we compare the GDP of this country with our neighbouring countries, we would find the figure increasingly disturbing because of the fact that the GDP growth rate in the past five to seven years is not that much attractive. That is why that leads to the dependence of the Pakistani economy on the foreign aid. If we are consistently dependent on the aid of United States of America or IMF, we would not be having an independent foreign policy because to have an independent foreign policy, we should be very much independent in terms of economics.

I would like to conclude it by saying that the efforts need to be taken into consideration by the Youth Policy formation that the effective reforms should be introduced in the financial and economic policy of Pakistan. Thank you very much.

جناب احمد نمیر فاروق: جناب! میں ایک point clear کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر: جی پلیز۔

جناب احمد نمیر فاروق: جناب! ہم اس معاملے کو پارلیمنٹ میں اس لیے لائے ہیں کہ سب سے recommendations لے لیں۔ جہاں تک ان کا کہنا ہے کہ recommendations extract نہیں ہوسکتیں تو extract کرنا ہمارا کام ہے، حکومت کا کام ہے اور وہ ہم کر رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جتنے بھی لوگ ہیں سب اس میں

حصہ لیں۔ Standing committee میں تو limited لوگ ہوتے ہیں، جبکہ فنانس پالیسی پر اگر discussion سب نے کرنی ہے تو recommendations بھی سب کی طرف سے آنی چاہییں۔ اس لیے ہم چاہ رہے ہیں کہ پہلے recommendations آجائیں۔

جناب سپیکر: فہد مظہر علی۔

جناب فہد مظہر علی (قائدِ حزبِ اختلاف): شکریہ سپیکر صاحب۔ جناب! یوتھ کی جو economic policy بننے جارہی ہے، اس میں شک نہیں ہے کہ کن cannons اور guidelines کو مدنظر رکھ کر ہمیں چلنا چاہیے۔ جس ملک میں GDP growth for the past three years less than 4% ہو یا 4% کے برابر اگر کسی سال میں ہم نے کرلی ہو اور اس پر ذمہ دار ٹھہرایا جائے کہ یہاں پر floods آگئے اوراس کی وجہ سے destruction ہوئی and we were unable to curb that situation تو یہ میرے خیال میں ایک مبالغہ ہی ہوسکتا ہے، reality نہیں ہوسکتی۔

جناب! دوسری بات یہ ہے کہ ہماری cost of production increase کرتی جارہی ہے جس سے ہمارے manufacturing sector کو دقت کا سامنا ہورہا ہے، جس کی وجہ سے ان کو lay off بھی کرنا پڑ رہا ہے اور اس industry کا جو overall competitive advantage تھا اس region کے اندر South Asia میں، جو ہماری cotton products تھیں ان کو حاصل تھا، وہ بھی over the year diminish ہوگیا ہے۔

ہماری یوتھ پارلیمنٹ کی energy crisis پر کافی research ہوتی رہی اور ہمیں وہاں بارہا یہ بتایا گیا ہے کہ ہمارے پاس funds نہیں ہیں، revenue نہیں ہے جہاں ہم ان کو invest کرکے infrastructure develop کرسکتے ہیں جس میں large dams ہوسکتے ہیں یا ہمارے پاس جو alternative energy sources موجود ہیں، ان کو ہم exploit کرسکتے ہیں۔ اگر یہ recommendations مانگتے ہیں تو they have to sort out that option جہاں ہمیں printing کی طرف نہ جانا پڑے۔ ہم نے اپنے Central Bank کو last resort بنایا ہوا ہے، جو بھی حکومت ہوتی ہے وہ circular debt کو ختم کرنے کے لیے note printing کی طرف چلی جاتی ہے یا پھر اس سے نکلتے ہیں تو IMF یا پھر Asian Development Bank کی طرف جاتے ہیں۔ اگر انہوں نے واقعی اپنی Finance Minister ہونے کی ذمہ داری نبھانی ہے اور یہ بتانا ہے کہ he is the chosen one and eligible for that position تو یہ explore کر کے لے کر آئیں، یہ بتائیں کہ جو ہماری حکومتیں پچاس ساٹھ سالوں سے نہیں کرسکیں وہ ہم نے کرکے دکھایا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان کو ہم نے mandate دیا اور I was party to that کہ جب وزیر اعظم کی ascertainment کی بات ہو رہی تھی، مجھے اس بات پر بھی شرمندگی ہورہی ہے کہ so much time they have کہ ان کو اپنی پالیسی formulate کرنی چاہیے تھی اور ان کو confident ہونا چاہیے تھا کہ ہم نے جو پالیسی بنائی ہے، ان کو consultation کرنی چاہیے تھی with Foreign Minister whoever یہاں پر یہ facility ہمیں سیکرٹریٹ نے دی ہوئی ہے کہ ہم ان کو consult کرکے ہم avenues explore کرسکتے ہیں جہاں پر ہم اس پر recommendations یا پالیسی بناسکتے ہیں۔ اس میں بھی ان کا failure ہے کہ یہ آکر ہم سے recommendations مانگتے ہیں۔ ہم تو recommendations کے لیے تیار ہیں بلکہ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قابل نہیں ہیں تو ہم ان

کی سیٹیں بھی change کرنے کو تیار ہیں۔ ہمارے پاس ایسے ہونہار Finance Minister موجود ہیں کہ جو ان کی position پر بیٹھ کر پالیسی لے کر آسکتے ہیں۔

میں بھی کہوں گا کہ ان کی پالیسی کو further vetting اور اسے comprehensive بنانے کے لیے standing committee کی طرف refer کیا جائے اور وہ کم نہیں ہے، آپ نمبروں پر نہ جایا کریں۔ وہ bipartisan ہے، دونوں جماعتوں کی وہاں پر شمولیت ہے اور وہ واحد کمیٹی ہے جس نے ابھی تک تین reports submit کروائی ہیں۔ Performance کے لحاظ سے بھی اس یوتھ پارلیمنٹ میں Standing Committee on Finance and Economic Planning is outstanding. شکریہ جناب۔

جناب سپیکر: یہ تو حقیقت ہے، جو کام کمیٹی میں ہوگا، وہ پورے ہاؤس میں کبھی بھی نہیں ہوگا۔ اسی لیے committees آج کی پارلیمنٹ میں اور آج کے set up میں ایک اہم role رکھتی ہیں۔ کمیٹی میں آپ غیر آدمی کو بھی بلا سکتے ہو، expert کو بھی بلاسکتے ہو، غیرمتعلقہ کو بھی بلا سکتے ہو، متعلقہ کو بھی بلا سکتے ہو۔ یہاں تو صرف اور صرف آپ ہی بیٹھیں گے اور بولیں گے جبکہ کمیٹی میں آپ کسی کو بھی بلا سکتےہیں۔ اس لیے آپ اس کو enlarge کریں اور ایک viable report میرے خیال میں بن سکتی ہے اگر آپ اس motion کو agree کریں کہ اس کو کمیٹی کو refer کیا جائے۔

جناب احمد نمیر فاروق: جناب! میں ایک بات کرنا چاہوں گا کہ ہم نے جو strategy devise کی ہے، وہ یوں ہے کہ کمیٹی میں تو میں already موجود ہوں۔انہوں نے جو تین رپورٹس کی بات کی ہے، ان میں سے ایک رپورٹ میں نے خود ہی بنائی ہے۔

جناب سپیکر: صحیح ہے، کمیٹی میں یہی کام ہوتا ہے۔

جناب احمد نمیر فاروق: انہوں نے experts کی بھی بات کی ہے کہ ہم پہلے سے پالیسی formulate کریں، وہ سب کی recommendations پر base ہو۔ اگر ہم نے کوئی point miss out کردیا ہوتا اور پھر ہم کسی expert سے opinion لے آتے اور یہاں آکر present کرتے تو انہوں نے objection کرنا تھا کہ یہ point miss out ہوچکا ہے۔ اس لیے ہم چاہ رہے ہیں کہ کوئی point miss out نہ ہو۔

Mr. Speaker: There is always room for improvement. There is always need to be including a point missing from whatever corner. To err is always human

تو ایسا نہیں ہے کہ آپ straight jacket کام کریں گے۔ غلطیاں ہوں گی، غلطیوں کی rectification بھی ہوتی ہے لیکن بہرحال، اگر آپ راضی ہوں تو میں اسے کمیٹی کو refer کردیتا ہوں۔

جناب احمد نمیر فاروق: جناب! کل ایک بار ہم پالیسی present کردیں، اس کے بعد آپ refer کردیجیے گا۔

Mr. Speaker: Ok. So, the fate of the motion is hanging till tomorrow.

پرائم منسٹر صاحب کہاں ہیں؟

ایک معزز رکن: پرائم منسٹر صاحب تھوڑے سے busy ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ 4'O clock تک آجائیں گے۔

جناب سپیکر: کہیں سپریم کورٹ کی نذر تو نہیں ہوگئے؟ I wanted him to conclude it but he is not present. بہرحال، جناب اسامہ محمود، محمد عتیق، عامر خان کھچی اور نجیب عابد بلوچ صاحب کا ایک مشترکہ motion ہے۔

جناب اسامہ محمود: شکریہ جناب سپیکر۔

"I bet to move that this House may discuss the reforms in collection of revenue generation and how to make sure its transparent mechanism. As we know that we are suffering from budget deficit and low revenue generation. Reforms in our country's revenue system would be helpful in economic growth of the country."

جناب سپیکر: Motion پیش ہوگیا ہے۔ آپ یہ بتائیے کہ اس میں اور پہلے والے میں کیا فرق ہے؟

جناب اسامہ محمود: وہ overall economic policy سے متعلق تھا جبکہ یہ revenue collection سے متعلق ہے۔ اس میں دو چیزیں ہیں جو کہ میں floor پر discuss کرنا چاہوں گا اور چاہوں گا کہ میرے دوسرے ساتھی اس پر debate کریں کیونکہ یہ basic point ہے ہمارے ملک میں جس کی وجہ سے ہماری economy پچھلے کئی سالوں سے stable نہیں ہورہی۔

دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک ٹیکس لگانا اور دوسری چیز ہوتی ہے ٹیکس collect کرنا۔ ٹیکس تو لگتے ہیں لیکن ہمارے ملک میں اس کی collection کا نظام clear نہیں ہے۔ اس میں transparency نہیں ہے۔ ہر دفعہ بجٹ پیش ہوتا ہے، numbers اور digits آتے ہیں، معاملات اگلے سالوں پر ڈالے جاتے ہیں اور چیزیں fake ہوتی ہیں۔ زیادہ تر یہ کہا جاتا ہے کہ اس دفعہ اتنا budget deficit ہے، ہم نے اتنی کوشش کی ہے کہ اس سال اتنا revenue collect کریں گے اور اگلے سال اتنا ہوگا۔ دیکھنے میں یہ بات آئی ہے کہ پچھلے ساٹھ پینسٹھ سالوں سے ہر دفعہ گراف negative میں down ہوتا جارہا ہے اور ہم proper طریقے سے revenue collection نہیں کرسکتے۔اس سلسلے میں کچھ چیزیں ہیں جن کی طرف میں چاہوں گا کہ میرے colleagues توجہ مبذول کریں اوران پر اپنی اپنی رائے کا اظہار ضرور کریں۔

کسی بھی ملک کی ترقی اور economic stability میں revenue کا بلاشبہ بڑا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ اسی کی بنا پر ہم independent ہوتے ہیں، دوسرے ملکوں اور foreign aid پر depend نہیں کرتے اور خود مختاری کی طرف جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں نظام تھوڑا عجیب سا ہے۔ میں اس کی main خرابیاں highlight کرنا چاہوں گا۔ پٹواری نظام اتنا corrupt ہوچکا ہے کہ اگر آپ کسی کی فرد لینے جاؤ تو آپ کو پتا چلتا ہے کہ ایک property دس بندوں کے نام ہے، actual بندے کاکوئی پتا نہیں چلتا۔ اسی طرح tax collection کا بھی کوئی نظام نہیں ہے۔ اس سلسلے میں حکومتِ پنجاب نے ایک اچھا initiative لیا ہے کہ land record کو computerize کیا ہے۔ اسے دیکھتے ہوئے اگر دوسرے صوبے بھی اس جانب توجہ دیں تو آنے والے دس سے پندروں سالوں میں ہمارا record online ہوجائے گا اور tax collection میں کافی مدد ملی گے۔

اس کے علاوہ ہمارے ملک میں تین سے چار فیصد لوگ ہیں جنہوں نے ملک کی معیشت کو grip کیا ہوا ہے۔ ان میں کچھ business tycoons ہیں اور کچھ سیاسی لوگ ہیں۔اگر اس طرح کا رجحان ملک میں متعارف کروایا جائے کہ ہر سال ان top 10 یا top 15 لوگوں کی annual transactions یا taxes کو میڈیا پر publish کیا

جائے اور ان لوگوں کو accountable بنایا جائے کہ ان لوگوں نے اس سال میں کتنا business کیا ہے اور اس کے مقابلے میں کتنا tax pay کیا ہے۔ ابھی صورتحال یہ ہے کہ لوگوں کو کچھ پتا نہیں ہوتا، ملک میں تین تین دفعہ پرائم منسٹر رہنے والے لوگ بھی پانچ پانچ ہزار ٹیکس pay کرتے ہیں۔ یہ ہمارے ملک کا ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ اگر ایسی کچھ reforms لائی جائیں کہ دس پندرہ یا بیس لوگ جو ملک میں leading اثاثے رکھتے ہیں، ان کے taxes میڈیا پر publish کیے جائیں۔

اس کے علاوہ FBR کی بڑی responsibilities بنتی ہیں۔ FBR کی accountability کا کوئی proper نظام نہیں ہے۔ ہر دفعہ FBR والے detail graph بتا دیتے ہیں کہ اس دفعہ اتنا loss ہوا، انشاء اللہ اگلی دفعہ improve کریں گے لیکن ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ صوبوں میں بلکہ وفاقی میں بھی یہی حال ہے کہ بجٹ سے کچھ مہینے یا کچھ دن پہلے وزیر خزانہ change کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح پنجاب اسمبلی میں بھی ہوا کہ ایک دن پہلے مجتبیٰ شجاع الرحمٰن نے oath لیا۔ Institutions بنیادی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، اگر ان کی بقا کے لیے کام نہیں کیا جائے گا تو ہماری آنے والی نسلوں کو بھی یہ المیہ face کرنا پڑے گا۔ اس کے لیے قومی اسمبلی اور سینیٹ کے ارکان کو ایک permanent basis پر کوئی کونسل یا ادارہ بنا کر کام کرنا چاہیے۔ یہ ادارہ سالانہ بنیاد پر بجٹ سے تین چار ماہ پہلے اپنی رپورٹ publish کرے کہ last year بجٹ کا گراف یہ تھا، اس دفعہ گراف یہ ہے، پچھلے سال revenue collection یہ تھی، اس دفعہ یہ ہے، یہ چیزیں improve کرنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح کا کسی پرانی سیاسی جماعت کا vision نہیں ہے ماسوائے چند ایک نئی سیاسی جماعتوں کے۔ اس issue پر ماضی میں بھی کوئی خاص کام نہیں کیا گیا۔

اس کے علاوہ اہم شعبہ جس پر کام کیا جاسکتا ہے، وہ یہ ہے کہ agriculture پر tax لگانے کی ضرورت ہے۔ اس شعبے میں improvement کی ضرورت ہے۔ Trading میں بہت بڑے blunders ہوتے ہیں، ایک کمپنی کے نام پر لاکھوں کروڑوں روپے کی transaction ہوتی ہے لیکن ان کے taxes zero ہوتے ہیں۔ ٹیکس بچانے کے لیے وہ مختلف طریقے use کرتے ہیں جس میں unfortunately ہمارے FBR اور دوسرے اداروں کے bureaucrats involve ہوتے ہیں۔ ایسا کوئی لائحہ عمل اختیار کیا جانا چاہیے کہ جو لوگ سرکار کو چند لاکھ روپے کی رشوت لے کر کروڑوں اور اربوں روپے کا نقصان پہنچاتے ہیں، ان کے لیے کوئی عبرت ناک سزائیں ہوں تاکہ معاشرے میں ایک مثال قائم ہو اور لوگ ان چیزوں سے avoid کریں۔

دنیا میں ایسے کئی ممالک ہیں جنہوں نے tax collection کر کے اپنے progress level کو بڑھایا ہے، ہمارے قومی اسمبلی اور سینیٹ کے ارکان کو ان کی case study ضرور کرنی چاہیے اور وزارتِ خزانہ اور FBR میں ان معاملات پر ضرور debates کروانی چاہییں۔ ان چیزوں کو ہم as soon as possible improve نہیں کریں گے تو بدقسمتی سے کشکول اٹھا کر ملک ملک گھومتے رہیں گے اور ہمارے economic crisis کبھی بھی حل نہیں ہوں گے۔

اس کے علاوہ دوسرے بہت سے points پر میں چاہوں گا کہ میرے colleagues روشنی ڈالیں۔

جناب سپیکر: عتیق الرحمٰن صاحب۔

جناب عتیق الرحمٰن: شکریہ۔ اس سلسلے میں to be objective on my topic میری کچھ recommendations ہیں۔ موجود بجٹ جو پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا ہے، وہ 1100 ارب روپے خسارے کا بجٹ ہے۔ ایک ترقی پذیر ملک جس کا جی ڈی پی 2.7 فیصد ہو اور بہت ہی low level پر ہو، اس کے لیے اتنے زیادہ خسارے کا بجٹ پیش کرنا ایک بڑی ناگہانی صورت ہے۔ بہرحال چونکہ ہماری economic production تو بالکل زیرو کے قریب پہنچ چکی ہے یا below 10% ہے، اس صورت میں ہمارے tax revenues کو تھوڑا بہتر اور transparent کرکے، ہم اپنے objective کو بہتر کرسکتے ہیں۔

اس میں میری recommendations یہ ہیں کہ جس طرح land کا سب سے بڑا problem ہے، خاص طور پر صوبہ پنجاب، بلوچستان یا سندھ میں، وہاں اگر ہم minimum پندرہ ایکڑ کے مالک پر direct tax لگائیں چاہے اس کی زمین بنجر ہے یا agrarian ہے۔ اگر ہم کم از کم پندرہ ایکڑ کا معیار مقرر کردیتے ہیں تو وہ کچھ نہ کچھ اس مد میں آجائے گا۔ ہمارے ہاں ابھی جو tax remission 16% تھا، اس کو بھی ایک فیصد کم کرکے 15% کیا گیا ہے، اس میں تھوڑی سی transparency کی ضرورت ہے۔ میں نے پہلے بھی ایک example quote کی تھی کہ ایران مسلم ممالک میں ایک ایسا ملک ہے جو سب سے minimum tax collection کرتا ہے جو کہ صرف 3% بنتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ 97% ان کی اپنی production ہے، جس کی وجہ سے ان کا rate سب سے minimum ہے جو کہ 3% ہے۔

بطور ایک media person اور اس شعبے میں جو میری expertise رہی ہیں، سب سے بڑی چیز information ہے اور check and balance ہے۔ اخبار کے ذریعے مجھے صرف اتنا پتا چل جاتا ہے کہ گوشوارے جمع کرانے کی آخری تاریخ اتنی ہے لیکن گوشوارہ ہے کیا، اس کے ذریعے میں check and balance کیا کرسکتا ہوں، میرا اپنا revenue کیا ہے، یہ چیزیں such as بتائی نہیں جاتیں۔ پھر وفاق، صوبوں اور FBR کی آپس کی communication کو strong کرنے کی ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ IT سے متعلقہ چیزیں جیسا کہ computerization اور transparency ہے، ان کو reform کی ضرورت ہوگی۔ یہ میری کچھ recommendations ہیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: عامر خان کھچی صاحب۔

Mr. Muhammad Amir Khan Khichi: Sir before coming to some measures regarding transparent mechanism of revenue generation, I would like to share some statistics regarding budget deficit.

اکنامک سروے آف پاکستان کے مطابق ہمارے 2011-12 کے بجٹ کا deficit more than Rs.900 billion تھا جو کہ 2010 کی نسبت 20% زیادہ تھا۔ ابھی جو recent budget پیپلز پارٹی کی حکومت نے دیا ہے، اس میں ہمارا budget deficit مزید بڑھ کر Rs.1.185 trillion ہوگیا ہے جو کہ ایک embarrassment ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ revenue generation کے شعبے میں ہماری mismanagement کتنی ہے اور کرپشن کتنی ہے۔

میں کچھ اقدامات تجویز کرنا چاہوں گا۔ سب سے پہلے اگر FBR کے زیر انتظام ایک ٹاسک فورس بنائی جائے جو transparent mechanism کے تحت revenue collection کو ensure کرسکے۔ اسے کے ذریعے ہم بجٹ میں موجود revenue gap کو کافی حد تک minimize کرسکتے ہیں۔ جیسا کہ ابھی کچھ دن پہلے ایک

controversy سامنے آئی جس میں ارسلان افتخار اور ملک ریاض کا issue کھڑا ہوا تھا، اس میں سپریم کورٹ نے جب کہا کہ بحریہ ٹاؤن کے معاملات کو investigate کریں تو پتا چلا کہ FBR میں ان کا گزشتہ چھ سات سالوں کا ٹیکس ریکارڈ ہی موجود نہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ہمارے FBR کے نظام میں کتنے loopholes ہیں اور کتنے problems ہیں۔

جناب! دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت جو ہمارا revenue collection ہے وہ mostly depend کرتا ہے indirect taxes پر۔ اگر ہم اسے indirect کی بجائے direct کردیں تو صورت حال میں بہتری آسکتی ہے۔ Indirect میں ایسا ہو رہا ہے کہ ایک طرف low income والے لوگ ہیں already جن کی income کم ہے، ایک تو وہ basic commodities of life کی مد میں pay کررہے ہیں، دوسری طرف جب وہ ان چیزوں کو use کرتے ہیں تو ان کو دوبارہ pay کرنا پڑتا ہے۔

اگر ہم direct tax کی بات کریں تو اس میں جو 2% elite ہے جو that holds more than 98% of resources of Pakistan اگر ہم ان کو target کریں تو ہم کافی حد تک اس issue کو minimize کرسکتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہمیں اس وقت فوری طور پر land record system کو computerize کرنے کی ضرورت ہے۔ ابھی حکومتِ پنجاب نے کچھ دن پہلے چند اضلاع میں یہ نظام introduce کروایا ہے، ہمیں چاہیے کہ پنجاب کے علاوہ بھی پورے پاکستان میں اس نظام کو متعارف کروایا جائے۔ اس نظام کے ذریعے ہمارے revenue department کی inefficiency اور کرپشن minimize ہوجائے گی اور ہمارے state کے expenditure پر check and balance قائم ہوجائے گا۔

میری چوتھی تجویز یہ ہے کہ چونکہ ہمارا revenue generation ہر سال بڑھتا جارہا ہے اس لیے ہمیں FBR میں مزید technocrats یا کچھ specialized economists induct کرنے چاہییں۔ ان کو autonomy حاصل ہونی چاہیے۔ اگر ہم ان کی policies کو follow کریں تو کافی حد تک اس مسئلے سے چھٹکارا حاصل کرسکتے ہیں۔ ہم بات کرتے ہیں کہ ہمارے ملک میں ڈرون حملے بند ہونے چاہییں، ہمارے ملک میں foreign intervention ہے، جب تک اس ملک میں ایک independent economic policy نہیں ہوگی، جب تک اس ملک کا بجٹ خسارے کا ہوگا، جب تک اس ملک میں کرپٹ سیاستدان اور کرپٹ economists ہوں گے، اس وقت تک ہم ایک independent foreign policy نہیں بنا سکتے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: نجیب بلوچ صاحب۔

جناب نجیب عابد بلوچ: شکریہ محترم سپیکر صاحب۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کے تیسرے وزیر خزانہ تھے جناب شوکت ترین صاحب، بڑے قابل آدمی تھے، ان کی statement تھی کہ پاکستان میں ایک روپیہ collect کرنے کے لیے آپ کو چار روپے خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ یہ statement سن کر میں نے اندازہ لگایا کہ FBR میں بیٹھے ہوئے بڑے بڑے Inland Revenue Officers ہیں، کمشنرز ہیں، اتنے بڑے محلات اور گھروں میں رہتے ہیں، جن کے بچے باہر پڑھ رہے ہیں، تو مجھے یقین ہوا کہ واقعی چار روپے خرچ کرنے پڑتے ہیں۔

اب اس مسئلے کا way forward کیا ہے؟ پاکستان میں currently tax revenue کا majority portion indirect taxes پر مشتمل ہے یعنی سیلز ٹیکس اور VAT وغیرہ۔ اس کا alternate ہمارے پاس direct tax ہے، wealth tax ہے، excise duty ہے، custom duty ہے اور export پر duties ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ revenue collection کے mechanism کو strong کیسے بنایا جائے۔ پاکستان میں revenue collection کا ادارہ فیڈرل بورڈ آف ریونیو ہے۔ وہ ادارہ یقیناً ایک اچھے اور smooth طریقے سے evolution کی طرف جارہا ہے لیکن بہت slow process میں ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ وہ ادارہ نیچے کی طرف جارہا ہے، وہ بہتر ہورہا ہے لیکن اس کا process بہت slow ہے۔ اس میں جو خامیاں ہیں، ان میں ایک تو personnel کی خامیاں ہیں۔ دوسرا آپ کے tax officers اور tax payers کے درمیان relationship کا بن جانا، جس سے پھر tax evasion ہوتی ہے۔ پھر undeclared income کو چھپانے میں ہمارے ٹیکس افسران جو مدد فراہم کرتے ہیں۔ پھر بہت سی ایسی جگہیں ہیں جیسے ہماری industries جہاں ٹیکسوں میں چھوٹ دی جاتی ہے۔ یہ سارے بڑے issues ہیں۔ ان کو address کرنے کے لیے ایک political will چاہیے۔ یہاں آپ بیوروکریسی یا economists کے ذریعے بات کرسکتے ہیں لیکن ان تمام مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک political will چاہیے۔

اس ملک میں ایک اچھا taxation system وہی حکومت قائم کرسکتی ہے جس کے پاس ایمان، اقدار اور بھروسے کی طاقت ہو۔ عوام اس حکومت پر بھروسے کرتے ہوں۔ Tax collection کا مقصد ہی یہی ہے کہ آپ کو عوام پیسے دے رہے ہیں۔ جب تک آپ کے پاس سوئس بنکوں میں پیسے پڑے ہوں گے، آپ کے بچے کرپشن کریں گے، دوائیوں کے license بیچیں گے، آپ کے بچے باہر پڑھیں گے، آپ کو عوام ٹیکس نہیں دیں گے۔ عوام آپ کو ٹیکس تبھی دیں گے جب آپ ایک ایماندار، مفلس حال، عوام دوست، عوام ترس حکمران ہوں گے۔ اسی طریقے سے اس hierarchy کی اوپر سے نیچے تک development ہوجائے گی اور اس میں بہتری آئے گی۔ آپ بھلے لاکھ کوشش کریں، جب تک اوپر سے آپ کے چور نہیں ہٹیں گے، آپ tax revenue system نہ تو صحیح طریقے سے بناسکتے ہیں اور نہ ہی اسے چلا سکتے ہیں۔

دوسری بات ہماری صوبائی حکومتوں کی ہے۔ ابھی حال ہی میں جو اٹھارھویں ترمیم منظور ہوئی ہے، اس میں کچھ taxes ہیں، مثلاً GST on services ہے، agriculture تو پہلے سے ہی تھا، وہ provincial subjects بن گئے ہیں۔ اب ان کے پاس tax collection کا کوئی mechanism نہیں ہے۔ وہ اپنے excise department کے through collect کررہے ہیں، وہاں بہت زیادہ tax evasion ہورہی ہے، کمی ہورہی ہے اور صحیح طریقے سے collection نہیں ہورہی۔ اس کے لیے بھی Council of Common Interests میں صوبوں کو زیادہ force کرنا چاہیے اور صحیح طریقے سے guide کرنا چاہیے کہ صوبوں میں tax collection کا ایک مناسب mechanism بنائیں تاکہ وہاں سے بھی اچھا revenue generate ہوسکے۔

ان مسائل کا حل یہی ہے کہ ملک میں جب ایک اچھی leadership آئے گی تو ہمارا tax system اچھا ہوگا، otherwise یہ بہت slow process میں جائے گا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: تبریز صادق مری صاحب۔

جناب تبریز صادق مری: شکریہ جناب سپیکر۔ سب سے پہلے میں کہنا چاہوں گا کہ no doubt میرے colleagues کی recommendations کافی بہتر ہیں لیکن three point agenda ہونا چاہیے۔ سب سے پہلی بات، آپ لوگوں کو educate کریں۔ آپ لوگوں کو communicate کریں۔ جیسا کہ ایک honourable colleague نے کہا کسی کو گوشوارے کے بارے میں ہی نہیں پتا تو وہ گوشوارہ بھرے گا کیسے۔

دوسری بات collection transparent ہونی چاہیے۔ یہ کسی بڑے level پر ہی نہیں ہوسکتی بلکہ اسے چھوٹے level پر بھی transparent بنانا ہوگا۔ آپ ایک دکان سے ایک کلو دال یا ایک کلو چینی خریدتے ہیں تو اس پر بھی tax evade کیا جاسکتا ہے۔ If you don't get a proper slip with the NTN number, that money is not documented into the economy. دکاندار کتنا ٹیکس evade کرتا ہے، وہ نہ آپ کو پتا چلتا ہے اور نہ حکومت کو۔ اس لیے کرپشن چھوٹے level پر بھی monitor کی جاسکتی ہے۔ بڑے بزنس مین اور بڑے politicians تو ہمیشہ زد میں ہوتے ہیں، ان پر بھی check ہونا چاہیے لیکن ساتھ ہی ساتھ چھوٹے level پر بھی transparency ہونی چاہیے۔

سب سے important چیز penalty ہے۔ ایک آدمی پچیس لاکھ روپے کا ٹیکس evade کرتا ہے، اس کو ایک لاکھ کی penalty دینے میں I don't think کہ کوئی مسئلہ ہوگا۔ Tough penalties impose کرنی چاہییں تاکہ جب کوئی آدمی tax evasion کے بارے میں سوچے بھی تو اس کو ڈر ہو کہ اگر میں پکڑا گیا تو مجھے کم از کم پندرہ بیس لاکھ روپے یا ایک مخصوص percentage کے حساب سے penalty pay کرنی پڑے گی۔ انکم ٹیکس آرڈیننس 2001 کو amendکرنے کی بہت ضرورت ہے۔

میرے ایک دوست نے کہا کہ یہاں 15% کے حساب سےagriculture tax impose ہونا چاہیے، سندھ کی بات بھی ہوئی۔ میں اس چیز سے agree نہیں کروں گا۔ اس کی ایک simple reason یہ ہے کہ agriculture is something which is not very constant. ایک سال آپ کی فصلیں اچھی ہوتی ہیں تو دوسرے سال آپ کے ہاں flood آجاتا ہے۔ کبھی آپ کی income سال میں دس لاکھ روپے ہوتی ہے تو کبھی لاکھ روپے بھی نہیں ہوتی۔ آپ دس لاکھ پر تو شاید 15% ٹیکس دے سکتے ہیں لیکن لاکھ روپے پر جب آپ 15% ٹیکس دیں گے تو اپنے بچوں کو کھانا بھی نہیں کھلا سکتے۔ ٹیکس لگنا چاہیے، ہر شعبے، ہر department اور ہر field پر لگنا چاہیے لیکن considerate tax لگنا چاہیے۔Penalties should be imposed. کوئی بھی آدمی، چاہے کتنا بڑا اس کا statureکیوں نہ ہو، he should not be outside the umbrella of accountability mechanism. Thank you.

جناب سپیکر: جناب سراج میمن۔

جناب سراج دین میمن: شکریہ جناب سپیکر۔ ہمارے colleagues بڑی اچھی motion لے کر آئے ہیں۔ میں way forward دینا چاہتا ہوں۔ جناب سپیکر! ہمارے colleagues کے درمیان ایک misconception ہے، سب سے پہلے میں اسے دور کرنا چاہوں گا کہ وہ بار بار budget deficit کے بارے میں بات کر رہے ہیں، most developed countries کے بجٹ میں بھی deficit ہوتا ہے۔ Budget deficit کے حوالے سے آپ economic growth کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ آپ کی economic growth چلتی ہے GDP growth کے حوالے سے یعنی آپ کی GDP growth کتنی ہے۔ So, we cannot compare the economic performance with the budget deficit.

اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں، میرے پاس صرف way forwards ہیں۔ ہمارے ایک معزز colleague نے بھی کہا کہ political will ہونی چاہیے، میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ متعلقہ ادارے کا سربراہ، چاہے وہ بیوروکریسی سے تعلق رکھتا ہو یا پھر وزیر ہو، جب تک وہ honest نہیں ہوگا تب تک اس ادارے سے کرپشن ختم نہیں ہوسکتی اور اس ادارے کا mechanism صحیح نہیں ہوسکتا۔

دوسری بات tax collection میں ہماری top bureaucracy involve ہوتی ہے۔ بیوروکریسی کے نظام میں reforms لانے کی سخت ضرورت ہے۔ اگر ہمیں ٹیکسوں کی وصولی کا mechanism درست کرنا ہے، اسے transparent کرنا ہے تو ہمیں بیوروکریسی میں reforms لانی ہیں۔ اس کے لیے میرے پاس جو way forward ہے، اس کے مطابق ملٹری یا سول بیوروکریسی میں ایک طرف vertical accountability ہونی چاہیے اور ساتھ ہی horizontal accountability ہونی چاہیے۔ بیوروکریسی میں دوسرا reform ہونا چاہیے کہ چونکہ ہمارے bureaucrats highly educated ہوتے ہیں especially they are commissioned officers of 21 or 22 grade ان کی تنخواہیں multinational companies کے ملازمین کی تنخواہوں سے کافی کم ہوتی ہیں، ان کی salaries بڑھنی چاہییں۔ ان کے perks and privileges کو increase کیا جائے۔ سنگاپور کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ ایک بیوروکریٹ کی تنخواہ اتنی ہوتی ہے کہ وہ یورپ یا کسی اور ملک کا trip بھی لگائے تو بھی اس کے پاس پیسے بچ جاتے ہیں۔ جب اس کے پاس حکومت کی طرف سے اتنی آسائشیں ہوتی ہیں، تو اس کا کرپشن کی طرف رجحان کم ہوجاتا ہے۔

جناب سپیکر! تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے current Finance Minister حفیظ شیخ صاحب نے کہا تھا کہ بڑے مگرمچھ جو کالا دھن بناتے ہیں یا حکومت کو ٹیکس ادا نہیں کرتے، ان سے ٹیکس لینا ناممکن ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر میں ان پر ہاتھ ڈالوں گا تو مجھے بھی جانا پڑے گا۔ جناب! اس سے یہ مراد ہے کہ ہماری جمہوری حکومت اتنی لاچار ہے کہ وہ business tycoons کے سامنے جھکی ہوئی ہے، ان سے وہ ٹیکس collect نہیں کرسکتی۔ جناب! عوامی نمائندوں کو بھی اپنا character درست کرنا ہوگا۔ پہلے خود clean ہوں پھر کالا دھن کمانے والے کے گریبان میں جھانک سکیں۔

میرا اگلا point ایف بی آر کی reforms کے حوالے سے ہے۔ FBR کا معاملہ بھی روایتی بیوروکریسی جیسا ہے۔ بیوروکریسی میں reforms لانے کی ضرورت ہے، especially پاکستان آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس سروس میں۔ ہمارا جو دوسرا سروس گروپ ہے وہ کسٹم سروس گروپ۔ ہمارا جو قومی خزانہ ہے، اس میں کسٹم کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ روزانہ اربوں روپے کا revenue کسٹم کے ذریعے سرکاری خزانے میں add ہورہا ہوتا ہے۔ رپورٹس آتی ہیں کہ اس میں سے زیادہ تر ہماری بیوروکریسی کی نظر ہوجاتا ہے یا ان کی جیبوں میں چلا جاتا ہے۔

میں آخر میں کہنا چاہوں گا کہ FBR میں reforms لانی چاہییں۔ FBR کو State Bank کی طرح autonomous کردیں۔ State Bank اپنی independent policy بناتا ہے جبکہ FBR کی پالیسی totally politicize ہوچکی ہے۔ لہٰذا، FBR میں سب سے پہلا reform یہ ہونا چاہیے کہ اسے depoliticize ہونا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب یاسر ریاض صاحب۔

جناب یاسر ریاض: شکریہ جناب سپیکر- Revenue collection پر بہت اچھی تجاویز ہمارے دوستوں کی طرف سے آئیں، میں replicationکو avoid کرتے ہوئے کچھ points کی طرف آنا چاہوں گا۔ کچھ عرصہ پہلے World Bank نے ایک رپورٹ جاری کی جس میں بتایا کہ پاکستان میں tax evasion کی 70.9% ratio ہے یعنی جتنا ہمارا tax collect ہوسکتا ہے، اس میں سے 70.9% collect نہیں ہوتا اور 31% collect ہوتا ہے۔ اس رپورٹ کے جاری ہونے کے فوراً بعد ہمارے وزیر خزانہ اور FBR کے نمائندے نے پریس کانفرنس کی World Bank کے ان statistics کو reject کرتے ہوئے کہا کہ 70.9% نہیں بلکہ 69% ہے۔ ان کی نظر میں شاید 60% acceptable تھا۔ Tax evasion ہمارا بہت بڑا problem ہے اور جس طرح یہ بات بار بار سامنے آئی ہے کہ ہمارا امیر طبقہ اور ایک بڑا طبقہ tax pay نہیں کر رہا۔ اگر ہم اپنے revenue collection system کو بہتر کرنا چاہتے ہیں تو ان کو tax net میں لانا ضروری ہے۔

اسی طرح agriculture tax کی بات ہوئی۔ ہمارے ایک colleague نے بات کی کہ agriculture tax viable نہیں ہے کیونکہ agriculture میں variation آتی ہے، کسی سال اچھی فصل ہوتی ہے اور کسی سال نہیں ہوتی۔ اس issue پر یوتھ پارلیمنٹ کی standing committee نے کا م کیا ہے اور ان کی recommendations یہ ہیں کہ agriculture sector پر ٹیکس لگانے کی بجائے agriculture income پر ٹیکس لگایا جائے اور agriculture income کی collection کے لیے ایک بہت dynamic سا formula بھی دیا ہے۔ اس کے مطابق اگر کسی سال زرعی پیداوار کم ہوتی ہے تو ٹیکس بھی اسی ratio سے کم ہوجائے گا اور particular income پر ٹیکس ہوگا۔ Progressive tax لگانا چاہیے، چھوٹے کسان بالکل exclude ہوں اور بڑے farmers پر progressively tax increase ہو۔

اسی طرح ہمارا manufacturing and industry sector بالکل ختم ہورہا ہے۔ اس کے ختم ہونے سے جو revenue وہاں سے آتا تھا، وہ بھی ختم ہورہا ہے۔ اس پر توجہ دینی چاہیے۔ Foreign direct investment بڑھانے کے لیے، اس پر توجہ دینی چاہیے۔ ہمارا manufacturing and industry sector بہتر ہوگا تو ٹیکس میں بھی اضافہ ہوگا۔

ان تمام چیزوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے، سب سے اہم چیز جو میں اس وقت یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس وقت ہمارے لوگ ٹیکس pay نہیں کرنا چاہتے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ selfish ہیں یا پیسہ خرچ نہیں کرنا چاہتے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اگر ہم کسی ہوٹل میں کھانا کھاتے ہیں اور وہاں ہم waiter سے یہ بات کہتے ہیں کہ ہمارے bill میں ٹیکس نہ ڈلوائیں اور آپ بغیر billکے ہم سے پیسے لیں۔ اسی وقت ہم اس ٹیکس سے زیادہ رقم اس waiter کو بطور ٹِپ بھی دے دیتے ہیں اور باہر نکل کر کسی غریب بندے کو اس سے زیادہ رقم دیے دیتے ہیں۔ یہ چیز نہیں کہ ہم پیسہ خرچ نہیں کرنا چاہتے۔ پاکستان میں بہت بڑی تعداد میں لوگ مختلف رفاہی اور فلاحی کاموں پر پیسے خرچ کرتے ہیں لیکن وہ یہ پیسہ حکومت کو نہیں دینا چاہتے۔ اس کی وجوہات جاننے کی کوشش ہمیں کرنا ہوگی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب ہم ٹیکس دیتے ہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ ٹیکس ہم پر خرچ نہیں ہورہا۔ اس ٹیکس کو ہمارا حکمران طبقہ use کررہا ہے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارا پرائم منسٹر 80 لاکھ روپے کا ایک کوٹ پہن کر foreign tour پر جاتا ہے، ہم یہ دیکھتے ہیں کہ

ہماری وزیر خارجہ لاکھوں روپے کا بیگ لے کر foreign tour پر بھی جاتی ہے اور ان ٹیکس پانچ ہزار اور دس ہزار روپے سے زیادہ نہیں ہوتا۔ عوام کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر ہم ٹیکس pay کر بھی دیں تو یہ ہم پر نہیں لگنا، یہ انہی لوگوں نے کھانا ہے۔ جب تک یہ خیال ہمارے ذہنوں میں موجود رہے گا، یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

میں ایک چھوٹی سی مثال کے ساتھ اپنی گفتگو کا اختتام کروں گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو جب خلیفہ بنایا گیا تو اس وقت بھی یہی مسئلہ درپیش تھا کہ لوگ حکومت کا ٹیکس ادا نہیں کرتے تھے۔ اس وقت مختلف علاقوں میں جو گورنر بھیجے جاتے تھے، ان کےلیے سب سے بڑا task یہ ہوتا تھا کہ وہ انتہائی ظالمانہ طریقے سے لوگوں سے ٹیکس لیتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ کہا کہ آپ عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کریں اور تمام غریب لوگوں کو کھل کر دیں۔ ایک گورنر نے خلیفہ کو خط لکھا کہ جس طریقے سے آپ کہہ رہے ہیں، اس طریقے سے اگر میں خزانہ خرچ کرتا رہا تو چند دنوں میں خزانہ خالی ہوجائے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بات کہی وہ بہت ہی سنہرے حروف میں لکھنے کے قابل ہے، آپ نے جواب دیا کہ تم پیسے دیتے رہو، اگر خزانہ خالی ہوجائے تو اس میں گھاس پھونس بھر دو لیکن میری سلطنت میں کوئی فرد بھوکا نہیں رہنا چاہیے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور حکومت شاید دو سال سے زیادہ نہیں تھا لیکن ان کے اس اقدام کے چند مہینوں کے بعد جتنا زیادہ revenue generate ہوا اور جتنی بڑی تعداد میں لوگوں نے ٹیکس دینا شروع کیا، اس سے پچھلی کئی خلافتوں میں نہیں دیا گیا تھا۔

جب تک ٹیکس کی رقم درست طریقے سے استعمال نہیں کیا جائے گا، لوگوں کو محسوس نہیں ہوگا کہ یہ ہم پر لگ رہا ہے، کوئی بھی فرد ٹیکس دینے کو تیار نہیں ہوگا۔ بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: گوہر زمان صاحب۔

جناب گوہر زمان: شکریہ جناب سپیکر۔ کہتے ہیں کہ قومی اسمبلی کے اجلاس کا ایک منٹ ایک لاکھ روپے کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے یوتھ پارلیمنٹ کا ایک منٹ شاید ایک ہزار وپے کا تو ہوگا۔ بجائے اس کے کہ ہم پرانے motions میں بحث شدہ باتوں کو discuss کرتے رہیں اور time waste کرتے رہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم آگے بڑھیں۔ آخر میں ایک بڑی اچھی بات سامنے آئی جو کہ tax revenue کے system سے متعلق تھی۔ اس سلسلے میں میری دو تین سفارشات ہیں، میں زیادہ بات نہیں کروں گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ ہم ٹیکس کس سے collect کریں؟ ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص دو یا تین بار وزیر اعظم رہ چکا ہے، وہ پانچ ہزار روپے ٹیکس دیتا ہے یا کوئی اور شخص جو فلاں سیٹ پر بیٹھا ہے، وہ دو ہزار روپے ٹیکس دیتا ہے۔ ہمارے پاس proof کیا ہے؟ Asset declaration is the most important thing. جب تک کسی آدمی کے asset declare نہیں ہوں گے تو اس پر آپ کیسے tax claim کرسکتے ہیں؟ آپ کے پاس میڈیا بھی ہے لیکن میڈیابھی تک اس چیز کو prove نہیں کرسکا کہ اس شخص پر اتنا ٹیکس بنتا ہے۔ صرف ہوائی باتیں کی جاتی ہیں۔ Declaration of asset کا طریقہ ہونا چاہیے۔ جب تک properly ایک example set نہیں ہوگی، بات نہیں بنے گی۔ ہر شخص، ہر سیاسی رہنما، بیوروکریٹس، ججز، جنرلز even میڈیا کے لوگ جب تک اپنے assets show نہیں کریں گے، آپ ان پر ٹیکس کیسے claim کرسکتے ہیں؟ So, proper channel of asset

declaration should be there. Then appointments in the institutions is most important. ہوتا کیا ہے کہ جو فیڈرل بورڈ آف ریونیو کا سربراہ آتا ہے، وہ پرائم منسٹر صاحب کو کوئی جاننے والا یا کوئی رشتہ دار ہوتا ہے۔ اس کی field of expertise کچھ اور ہوتی ہے، اس کو اٹھا کر وہاں لگا دیا جاتا ہے۔ جناب! ہمارے پاس بہت ساری examples ہیں۔ ایسا شخص کس طرح ٹیکس کے نظام کو ٹھیک اور شفاف بناسکے گا؟ میرے خیال میں وہ کبھی بھی ایسا نہیں کرسکے گا۔ اس طرح وہ اپنے ہی لوگوں کو نوازتے رہیں گے اور انہیں strong کرتے رہیں گے۔ اس وجہ سے بہت سارے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا asset declaration ہونی چاہیے اور اس کے ساتھ free and fair appointments ہونی چاہییں۔

میری ایک اور تجویز ہے جو کہ motivation کے حوالے سے ہے، motivation ہونی چاہیے۔ جو بندہ tax pay کرنا چاہے اسے motivate کیا جائے۔ جس طرح ایک بہت اچھی بات کی تھی green party کے ارکان نے کہ لوگ trust نہیں کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ ٹیکس دیں گےتو حکومتی اہلکار اس ٹیکس کی رقم کو اپنے خرچوں کے لیے ہی استعمال کرلیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ایک شخص ٹیکس دیتا ہے تو اس کے لیے motivation کیا ہے؟ میں آپ کو یورپین ممالک کی مثال دیتا ہوں۔ وہاں celebrities کہتی ہیں کہ ہم نے اتنے billion pounds tax دیا ہے یا اتنے billion dollars tax دیا ہے۔ اس سے ان کی value ہوتی ہے۔ Even انڈیا میں بڑے صنعتکاروں کو اس بات پر کہ آپ نے اتنا ٹیکس دیا اور ہماری معیشت میں contribute کررہے ہیں، honourary awards دیے جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں اپنے وزیروں کو حسن کارکردگی کے تمغے دیے جاتے ہیں۔ Actresses کو حسن کارکردگی کے تمغے دیے جاتے ہیں۔ ٹیکس دینے والوں کو حسن کارکردگی کے تمغے ملنے چاہییں کہ آپ نے ہمارے ساتھ مل کر اتنا contribute کیا اور اتنا revenue اکٹھا کیا ہے۔ اس سے ان لوگوں کی motivation ہوگی۔ اس سے یہاں بھی industrialists کا آپس میں مقابلہ ہوگا کہ جی میں نے اتنا revenue دینا ہے۔ اس سے ایک healthy environment پیدا ہوگی اور system چل پڑے گا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب محمد سہیل۔

جناب محمد سہیل: بہت شکریہ جناب سپیکر۔ Revenue system میں improvement کے حوالے سے میں بھی اپنی کچھ recommendations دینا چاہوں گا۔ میرے honourable Members نے جو باتیں کیں agricultural tax اور land record computerization کے حوالے سے، وہ بہت اہم ہیں۔ میں کہوں گا کہ ان پر جلد از جلد عمل درآمد ہونا چاہیے کیونکہ ہمارے ملک میں ایسا ہو رہا ہے کہ feudal چھوٹے کاشتکاروں کا shadow لے کر، اپنا ٹیکس بچا رہے ہیں اور اپنے bank balances اور اپنے accounts میں اضافہ کررہے ہیں اور ٹیکس سے بھی اپنے آپ کو بچا رہے ہیں۔

ایک تو revenue generation میں بھی improvement کی ضرورت ہے اور دوسرا کرپشن کے خاتمہ اور accountability کے لیے بھی اقدامات کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں black money کو white کرنے کے لیے جو طریقہ زیادہ استعمال کیا جاتا ہے، وہ foreign remittance کا ہے۔ پاکستان کے industrialists یا بیوروکریٹس وغیرہ اپنے پیسے کو white money بنانے کے لیے اسے foreign remittances show کروادیتے ہیں کہ یہ ہمارے لیے باہر سے income آئی ہے۔ اس رقم پر ٹیکس بھی کوئی نہیں ہوتا۔ پچھلی حکومت نے ہنڈی

سسٹم کو تو کسی حد تک ختم کردیا، جو کہ ابھی بھی موجود ہے لیکن اس کا الٹا نقصان یہ ہوا کہ foreign remittances پر ٹیکس نہ لگانے سے black money, white ہونا شروع ہوگئی۔

اس کے علاوہ accountability کے لیے ایک اور چیز ضروری ہے۔ ہمارے پاس Federal Tax Ombudsman کا ایک ادارہ موجود ہے جس کی hierarchy میں صوبائی سطح پر offices ہیں۔ Accountability بڑھانے اور کرپشن روکنے کے لیے انہیں چاہیے کہ ان کا ہر دفتر collector اور کمشنر level پر ہو تاکہ ہر بیوروکریٹ اور ہر افسر پر supervision کی جاسکے۔

آخر میں، میں ایک اور بات کرنا چاہوں گا کہ پاکستان میں revenue generation اس وقت تک نہیں ہوپائے گی جب تک آپ کو پتا نہیں کہ کون بندہ کتنا کما رہا ہے۔ ہر چیز documented ہونی چاہیے۔ پاکستان میں جتنا پیسہ بھی مارکیٹ میں float کیا جارہا ہے، وہ documented ہی نہیں ہے۔ جتنی بھی چھوٹی مارکیٹیں ہیں یا دکاندار ہیں یا middle level کے businessmen ہیں، ان کا پیسہ documented ہی نہیں ہے۔ سب سے پہلے FBR کو یہ compulsion لگانی چاہیے کہ تمام لوگ اپنے معاملات کو document کریں۔ اس میں چھوٹے level کے کاشتکار سے بڑے کاشتکار تک اور چھوٹے level کے businessman سے بڑے businessman تک سبھی شامل ہونے چاہییں۔ بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب جمال جامعی صاحب۔

جناب جمال نصیر جامعی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! کافی تجاویز یہاں پر آئی ہیں، بس مختصر سی بات کروں گا۔ سب سے پہلے تو یہ ہے کہ پاکستان میں ٹیکس چوری کرنے والوں کے متعلق ایسی سزائیں تجویز نہیں کی گئیں جس سے وہ خوف کھائیں۔ جیسا کہ بڑے مگرمچھوں کا ذکر آیا، ان کو یہ پتا ہوتا ہے کہ اگر ہم ٹیکس چوری کرلیں گے، اگر ہم نے 34 کروڑ ٹیکس چوری کیا ہے تو ہم دس لاکھ دے کر چھوٹ جائیں گے۔ اگر پاکستان کے ٹاٹا، برلا اور ارمانی کو یہ پتا ہو کہ ہم دس مہینے کے لیے جیل چلے جائیں گے تو میرا خیال ہے پھر وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ یہ ٹیکس دے دینا چاہیے۔ اس کے علاوہ تمام چھوٹے کاروبار جیسے جنرل سٹور، میڈیکل سٹور اور اس طرح کے دیگر، وہ کہیں register نہیں ہوتے، ان کے NTN numbers نہیں ہیں۔ ان سے indirect taxes تو لیے جاتے ہیں لیکن direct taxes ان سے نہیں لیے جاسکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جتنا ٹیکس جمع ہورہا ہے، کیا وہ utilize ہورہا ہے؟ وہ بھی نہیں ہورہا، اس میں بہت بڑے پیمانے پر کرپشن ہے۔ اگر ہم اس کرپشن کو ختم کرنے کی طرف توجہ دیں اور اس حوالےسے سخت تادیبی کارروائی عمل میں لائی جائے تو معاملات بہتر ہوسکتے ہیں۔

ہمارے ملک کا ایک بہت بڑا مسئلہ نظریہ ضرورت کاہے۔ میں ایک مثال دینا چاہوں گا، ایک تو وہ قرضہ ہے جو ہم لوگوں سے لے نہیں پارہے، دوسرا وہ قرضہ ہے جو ہم نے لوگوں کو دیا ہوا ہے۔ نیشنل بینک آف پاکستان کے ہم بچپن سے اشتہارات دیکھتے آرہے ہیں کہ ایک بندے کا نام آتا ہے کہ اس نے پانچ کروڑ ٹیکس لیا اور وہ پچھلے پانچ سال سے غائب ہے۔ جتنا ٹیکس وہ شروع کی ایک دو قسطوں میں دے چکا ہوتا ہے، اس کو اشتہارات میں اشتہاری قرار دیا جاتا ہے، آٹھ دس اشتہارات آتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ اس قسم کا بندہ پاکستان میں موجود ہی نہیں۔

ایک معزز رکن: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب! نیشنل بینک آف پاکستان ٹیکس نہیں loan دیتا ہے۔

جناب جمال نصیر جامعی: میں نے بات اس طرح شروع کی تھی کہ ایک تو وہ ٹیکس ہے جو ہم لوگوں سے نہیں لے پارہے جبکہ دوسرا وہ loan جو ہم لوگوں کو دیتے ہیں۔ ہم وہ بھی واپس نہیں لے پاتے۔ اس کے بعد پتا چلتا ہے کہ اس قسم کا کوئی بندہ exist ہی نہیں کرتا۔ اس میں آج تک ہم نے یہ نہیں سنا کہ اس بینک منیجر کو سزا ہوگئی ہو جس نے کم evaluation پر زیادہ قرضہ دے دیا، بعد میں پتا چلتا ہے پانچ کروڑ کا loan دس لاکھ کی پراپرٹی پر دے دیا گیا تھا۔ اگر دو چار منیجرز جنہوں نے وہ loan دیا ہوتا ہے، جیل جائیں یا بڑے بزنس مین جیل جائیں تو میرے خیال میں اس سے کافی بہتری آسکتی ہے۔

جناب سپیکر: جناب عمر ریاض صاحب۔

Mr. Muhammad Umar Riaz: Thank you so much honourable Speaker. No one can deny the fact the fair mechanism for revenue generation and revenue collection is very fundamental for running of the machinery of the state. I am afraid the statistics of the World Bank are completely and dramatically negative. The tax evasion ratio in Pakistan has exceeded 70% which is increasingly disturbing thing for Pakistan. The 79% of the population who should pay the tax are not paying the taxes. This is one of the main reasons that the tax is being evaded within the country is the lack of deterrents. The one who evades tax, the one who is not paying the tax does not have any deterrent. There is not any particular law which is deterring him to commit that particular act. So, there is a need for immediate legislation that whoever does not pay tax should be punished in accordance with law.

However, we do have such laws but the problem is with the implementation. We do not have the fair mechanism for the declaration of assets. Assets of the politicians, assets of the renowned personalities have not declared in a fair and transparent manner. The records available with the Election Commission of Pakistan and the other relevant agencies are not very much reliable. Whenever the politicians submit their documents and declare their assets before campaigning for elections, are not reliable.

One of the main reasons that the Pakistani nation is not willing to pay the tax is the lack of trust deficit. When we talk about the concept of a welfare state, for instance if we talk about Canada, citizen in Canada would lover to pay the tax. The reason is that he is sure that whatever he pays to the state, the state would ultimately return that to him in terms of the benefits, in terms of life expectancy, in terms of the life facilities that the state would be offering to him because the state is a welfare state. On the other hand, there is a trust deficit in Pakistan between the government and the nation. The nation believes that whatever they would pay, that would not be returned back to them in terms of facilities. That would automatically become a victim of corruption and nepotism.

Furthermore, I would like to say that one of the honourable member here said that the agricultural products are perishable and agricultural products are not constant. On one year, there may be a rise in the agricultural production and on the other year, due to some natural disaster, that production can face a consistent decline. That is why the agricultural products should not be brought within the tax regime. However, I would like to beg to differ in this regard. I would differ in a way that agricultural products should not be taxed but the income of agriculture should be taxed. If the agricultural income is being taxed,

that would automatically cater the need of the hour because if due to some natural disaster, there is a decline in the agricultural income, the tax would automatically decrease. That is how we can deal with this particular process.

As it has already been pointed out by the honourable members that the Federal Board of Revenue is an extremely important body for the collection of the revenue. That is why the appointment of the high officials of this particular department, should be purely on merit and the persons of highest level of integrity with good qualities of head and heart, should be appointed on these very seats so that the mechanism should be fair, transparent and without any level and expectation of corruption.

Furthermore, I would like to add that the hierarchy of Federal Tax Ombudsman should be redefined and the accountability mechanism would automatically be redefined and that would render the population of the country to tax.

I would like to conclude it by saying that the economic performance of the Government should also be taken into account by observing the Economic Survey of Pakistan and when this year, the Ministry of Finance was publishing the Economic Survey of Pakistan, there were certain loopholes in that. Poverty and other statistics were missing. So, I would like to say that state should take actions for a fair and free collection of the revenue. Thank you very much.

Mr. Speaker: Before I call upon Leader of the Opposition and Leader of the House, how come on this motion none of the lady member has made an opinion. Ladies, you don’t have any opinion. If you have, then please do.

Miss Anum Zia: I just want to add something. When you talk about taxes, a lot of people are subjective to generally agricultural products and stuff like that. When we see the general products at a grocery, they are not taxed, we should ask for taxes but I feel the poor population living in Pakistan are the ones who do not pay taxes that much for those products, for rice products, for wheat products. When we go to buy a product from a super mart, they have taxes inclusive of those taxes. So, when we ask those poor people who cannot pay, I think we should more dominate those classes which should pay and can make a difference instead of those who cannot pay. Thank you.

جناب سپیکر: فہد مظہر علی صاحب۔

جناب فہد مظہر علی (قائد حزبِ اختلاف): شکریہ سپیکر صاحب۔ جناب! ایک notion ہوتی ہے جس کی بنیاد پر taxes لیے جاتے ہیں، اسے quid pro quo کہتے ہیں۔ اس کی تھوڑی سی explanation وزیر قانون صاحب نے دے دی ہے کہ ایک trust ہوتا ہے، ایک contract ہوتا ہے حکومت اور عوام کے درمیان کہ ایک ہاتھ سے آپ ہمیں taxes دیں اور in return we will spend that revenue collected on the welfare and different facilities like infrastructure etc. جناب! دوسرا قابل غور المیہ یہ ہے کہ جب Britishers یہاں آئے، ہمیں colonize کیا، جہاں باقی کچھ چیزوں کو انہوں نے wipe out کیا تو کچھ کو retain بھی کیا۔ یہ وہ structural چیزیں تھیں جو ہمارے ہاں implemented یا ہمارے ہاں manifested تھیں۔ اس میں انہوں نے سب سے پہلے اقدام یہ لیا کہ شیرشاہ سوری کے زمانے کے نافذ کردہ tax system کو retain کیا۔ یہ جو process تھا، جس

وہ اس زمانے کے حساب سے بلکہ کافی حد تک، from the individual citizens لیتے تھے taxes سے یہ system جب تک وہ یہاں پر ہمارے colonial masters رہے، اس چیز کو retain کیا۔ ان کے جانے کے بعد بھی Federal Board of Revenue اور revenue collection کے ہمارے دوسرے مختلف ادارے میں، وہ ہمیں دکھائی دیتے ہیں۔

مسئلہ کیا ہے؟ کیوں ٹیکس collect نہیں ہورہے؟ جناب! اس کے لیے reforms بتائی گئی ہیں۔ یہاں مختلف سفارشات سامنے آئیں، ایک بات بات واضح طور پر سامنے آرہی ہے کہ تجارت کو documented ہونا چاہیے۔جو transaction بھی ہوتی ہے، جس level پر بھی ہو، whether it is on a micro level or macro level اس کو documented ہونا چاہیے۔ جناب! اس کے لیے ایک بہترین طریقہ ہے جو کہ established ہے، اس کو test بھی کیا گیا ہے، UK میں بھی وہ چیز نفاذ میں ہے، اسے value added tax کہتے ہیں۔ یہ ٹیکس اس وقت لگایا جاتا ہے جب ایک stage سے دوسری میں جہاں value addition ہوتی ہے، اس point پر جتنی بھی percentage اس پر ٹیکس کی لگتی ہے، اس value creativity کے اندر اس پر ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ Over the year وہ جیسے ہی final consumer کے پاس پہنچتی ہے، جو individual وہ product purchase کرتے ہیں تو اس میں کسی بھی مرحلے میں duplication نہیں ہوتی اور consumer پورا ٹیکس اپنی quantity کے حساب سے ادا کردیتا ہے۔ اس طرح equal burden سب پر shift ہوتا ہے، نہ کسی class پر زیادہ اور نہ کم۔

یہاں سے ایک question اٹھایا گیا تھا کہ agriculture income پر ٹیکس لگانا چاہیے نا کہ agricultural production پر۔ میرے خیال میں کوئی بھی ایسا احمقانہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ گندم کی بوریوں پر ٹیکس لگادے کہ یہ پانچ سو بوریاں ہیں، اس پر آپ نے اتنا ٹیکس دینا ہے۔ Definitely جب ان بوریوں کو بیچا جائے گا تو جو وہاں سے income آئی گے، اس پر ہی ٹیکس لگنا ہے۔ ہمارے رکن کے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ جو production ہورہی ہے، وہیں کوئی ایسا mechanism بنادیا جائے کہ وہیں product کی value لگا کر ٹیکس لیا جائے۔ Definitely اگر production کم ہوگی تو اس کی وجہ سے income بھی کم ہوگی اور اس پر taxation بھی کم ہوگی۔ وہ اس وجہ سے ہوگی کہ ہم جو taxation propose کررہے تھے، وہ progressive taxation تھی جو productivity کے حساب سے بڑھتی اور کم ہوتی رہتی ہے۔

جناب! یہ کچھ سفارشات ہیں، ان کو cater کرنے کے لیے دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ asset declaration ہونی چاہیے۔ اس میں ہماری ایک proposed legislation ہے جو کہ آرہی ہے، انشاء اللہ، کل یا پرسوں اس کو ہم یہاں present کریں گے۔ دوسرا! جہاں تک tax net میں لانے کی بات ہےاس میں زیادہ تر evasion ہمارے government employees جو ایک certain cadre پر ہوتے ہیں، ان کو as a perks اس پر relief دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہماری Armed Forces کو مکمل طور پر اس net سے باہر رکھا گیا ہے، مختلف قسم کے taxes ان سے نہیں لیے جاتے۔ دوسرا collection speed میں reforms بہت ضروری ہیں چاہے اس پر جتنی بھی cost آئے۔ Value Added Tax کو deter کیا گیا تھا کہ جی ہم نہیں لگاسکتے، Federal Board of Revenue کو ہمیں revamp کرنا پڑے گا، اس کے سسٹم کو computerized کرنا پڑے گا، whatever the cost may be ہمیں اس سسٹم کو پاکستان میں لاگو کرنا ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا revenue collection بہتر ہو۔ We should have to go for the adoption of Value Added Tax. Thank you.

جناب سپیکر: جناب قائدِ ایوان، پرائم منسٹر صاحب۔

جناب محمد ہاشم عظیم (وزیر اعظم یوتھ پارلیمنٹ): شکریہ سپیکر صاحب۔ جناب! سب سے پہلے تو میں دیر سے آنے پر معذرت خواہ ہوں کیونکہ کچھ unavoidable commitments تھیں۔ گو کہ already I have told the Secretariat لیکن مجھے کچھ دیر ہوگئی۔

جناب! point کی طرف آتا ہوں، بڑے اچھے reforms کی بات ہوئی، economic growth اور ملک میں economic prosperity create کرنے کی بات ہوئی۔ جناب! میں سب سے پہلے Dr. Mathew McCartney کی رپورٹ کا ایک حوالہ دینا چاہوں گا، he is lecturer in University of Oxford انہوں نے ایک figure propose کی ہے کہ by 2012, Pakistan's tax revenue should be 15% of the GDP. یہ ایک proposed figure ہے جو ہمیں attain کرنی ہے under develop سے ایک develop ملک بننے ، ایک viable economy بننے کے لیے اور اپنی economy کو sustain کرنے کے لیے۔ اس کے لیے یہاں جو تجاویز دی گئیں، revenue generation یا agriculture یا database وغیرہ کے شعبوں میں reforms کی بات ہوئی، تو ہمیں کچھ ایسی constructive اور substantial چیزیں بنانی ہیں جس کی وجہ سے ہم یہ achieve کرسکیں۔ میرے نزدیک automation of database ایک اہم چیز ہے۔ اگر ہم automatic system تعینات کریں، central database اور land ownership records کے لیے، اس سے ہم lower level پر کرپشن ختم کرسکتے ہیں۔ پٹواری کی سطح پر ہر شخص کو فرد حاصل کرنے کے لیے جو تگ و دو کرنا پڑتی ہے اور اس میں کرپشن بھی ہوتی ہے، اس کو کم کیا جاسکتا ہے۔ اس طریقے سے پٹواری کی empowerment کو اور اس کے role کو ہم restrict اور limit کرسکیں گے اور اس میں transparency ensure کرسکیں گے۔

جناب! دوسری اہم چیز جس کے بارے میں اپوزیشن لیڈر صاحب نے بھی بات کی، evasion ختم کرنے کے لیے registration of S.M.Es. (small and medium enterprises) ہے۔ پاکستان میں اس وقت 51% small and medium enterprises ہیں according to a report by Syed Maratib Hussain, Assistant Professor in LUMS. جناب کل انڈسٹریل pie کا 51% they are still making. I am a resident of Sialkot and I know that most of the industry in Sialkot, whether it is of sports and surgical in Sialkot, leather in Kasur, rice in Gujranwala, textiles in Faisalabad ان میں سے زیادہ تر S.M.Es. unregistered ہیں۔ اگر ہم کوئی monitoring units initially ان چار اضلاع میں تعینات کرتے جو کہ ان unregistered S.M.Es. کو register کرتی ہیں تو یہ جو pie ہے، یہ جو ان کا 51% role ہے، اسے ہم کہیں زیادہ increase کرسکتے ہیں۔ صرف registration کرنے سے ہم ٹیکس کی مد میں بہت زیادہ اضافہ کرسکتے ہیں اور اس طرح revenue حاصل کرسکتےہیں۔

ایک اور بات اپوزیشن کے کسی رکن نے کی تھی اور ہماری پارٹی کے ممبر نے بھی کی کہ ہمارے اندر ایک sense develop ہونی چاہیے کہ ہمارا ٹیکس صحیح طور پر utilize ہورہا ہے۔ Each penny we are paying is contributing and is going to the right people and into the right hands. اس کے لیے یہ ہے کہ tax collecting centres میں بھی ہم نے یہ feeling evolve کرنی ہے۔ مطلب ہم incentives, bonuses اور annual pay

increments اگر دیتے ہیں، اگر highest tax collector کو انعام یعنی reward اور recognition کی ایک sense آئے گی، تو اس سے ہم revenue generation میں خاطر خواہ اضافہ کرسکیں گے۔ شکریہ جناب۔

جناب سپیکر: اس کے بعد agenda پر ایک resolution ہے۔ The mover may please move the resolution and explain it further. جناب محمد حسیب احسن صاحب۔

Mr. Muhammad Haseeb Ahsen: Thank you sir. I would like to move the following resolution:

"This House is of the opinion that Railways and PIA are national assets but due to negligence and corruption these institutes are at the verge of destruction. It is important to do some emergency reforms for the betterment of these national assets. We need to identify the culprits and punish them."

جناب سپیکر! ریلوے اور پاکستان ایئر لائنز ہمارا قومی اثاثہ ہیں لیکن بدانتظامی، لاپرواہی، غفلت اور کرپشن کی وجہ سے ان کا پہیہ بالکل jam ہوگیا ہے۔ یہ ادارے جو کہ ملک کے لیے منافع بخش تھے، اب بوجھ بن چکے ہیں اور کروڑوں روپے کے نادہندہ ہوگئے ہیں۔ پاکستان ریلوے کا حال یہ ہے کہ 2003 میں China سے 69 locomotive units خریدے گئے جن میں اس وقت 32 بے کار ہوکر ورکشاپ میں کھڑے ہیں۔ Low class lubricant oil استعمال کرنے کی وجہ سے مشینری کو تقریباً 10 ملین کا نقصان ہوا ہے۔ ریلوے جو ایک نفع بخش ادارہ تھا، PSO کا مقروض بن گیا ہے۔ پاکستان ریلوے میں 84 ہزار سے زیادہ employees موجود ہیں۔ ان کی تنخواہیں proper طریقے سے ادا نہیں کی جارہیں۔ یہ بھی ایک طرح کی کسمپرسی ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں ملازمین اور پینشنرز موجود ہیں لیکن ان کو proper طریقے سے salary اور pension ادا نہیں کی جارہی۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ مسافر ٹرینوں کی بلاناغہ تاخیر سے passengers ذہنی دباؤ اور اذیت کا شکار ہیں اور مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ منظور نظر لوگوں کو گریڈ 17 اور 18 سے اٹھا کر گریڈ 19 اور 20 میں ترقی دے دی گئی ہے۔ ریلوے کے سامان کی خرید و فروخت یعنی scrap وغیرہ کی dealing میں کروڑوں روپے کی کرپشن کا انکشاف ہوا ہے لیکن اعلیٰ حکام کے کانوں پر جوُں تک نہیں رینگی۔ وزیر ریلوے سیاسی بنیادوں پر مزید بھرتیاں کر رہے ہیں اور اپنی پارٹی کے عہدیداروں کو ریلوے کے نام پر گاڑیاں بھی allot کی گئی ہیں اور کی جارہی ہیں۔ محکمہ ریلوے کی زمین lease پر دی جاتی ہے، اس سے جو رقم حاصل ہوتی ہے، اس کو بھی اعلیٰ حکام ملکی خزانے کی بجائے اپنی جیبوں میں ڈالتے ہیں۔ ریلوے کی پٹڑیاں بیچی جارہی ہیں۔ جیکب آباد ایس پی آفس کا ایک حوالدار یوسف، سندھ اور بلوچستان کے border پر پٹڑیاں بیچ کر کروڑ پتی بن گیا۔ ریلوے کے قرضوں میں دس گنا اضافہ ہوگیا ہے۔ مال گاڑیاں بالکل بند ہوگئی ہیں اور متعدد ٹرینوں کو privatize کردیا گیا ہے لیکن وہ بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ان کی کارکردگی بھی اچھی نہیں ہے۔ ریلوے کی بہتری کے لیے ہنگامی بنیادوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ حوالدار یوسف جیسے اور بہت سے لوگ جو قومی خزانے کو نقصان پہنچا رہے ہیں، انہیں بےنقاب کیا جائے۔

دوسری جانب اگر پی آئی اے کی بات کی جائے تو ایک وقت تھا کہ پی آئی اے دوسری ایئرلائنوں کی رہنمائی کرتی تھی۔ PIA نے Emirates کو stand دیا اور ان کے لیے بہت work کیا ہے لیکن اب جو PIA کی حالت ہے، اسے دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ PIA بدترین مالی بحران کا شکار ہوچکا ہے جس کی وجہ

بھی نااہلی، بدانتظامی اور کرپشن ہے جبکہ عوام کو بہت سی شکایات ہیں جن میں فلائٹ روانگی میں تاخیر، ایمرجنسی کریش لینڈنگ وغیرہ شامل ہیں۔

Mr. Speaker, PIA has 39 aircrafts but a number of aircrafts have been grounded due to shortage of spare parts. The major problems which PIA is facing, are increase in fuel prices, devaluation of local currency, political interference and corruption. PIA has more than 18,000 employees.

جناب! ان ملازمین کو سرکاری اور حکومتی جانب سے مراعات بھی دی جارہی ہیں اور یہ بہت زیادہ ہیں۔ اس میں بھی کرپشن کا عنصر موجود ہے۔ یہ جو مختلف unions ہیں پی آئی اے میں، ان کے الیکشن ہوتے ہیں تو یہ اپنے طور پر لوگوں کو نوکریاں دیتے ہیں۔ جناب عالی! PIA کو اعلیٰ، شفاف اور ایماندار قیادت کی ضرورت ہے۔ ان سب کی accountability کی جائے اور ان دونوں اداروں کو بےحدنقصان پہنچانے والے بدعنوان عناصر کو سامنے لایا جائے اور انہیں کڑی سزا دی جائے۔ بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب جامعی صاحب۔

جناب جمال نصیر جامعی: جناب سپیکر! میں قرارداد کے حوالے سے عرض کرنا چاہوں گا کہ ریلوے کے موجودہ وزیر صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ، ریلوے عنقریب بند ہوجائے گی۔ یہ 'انشاءاللہ' اس لیے تھا کہ وہ ٹرانسپورٹر ہیں۔

جناب! ریلوے کی اراضی یعنی ریل کی پٹڑی کے آس پاس کے ایریا کی بات کریں تو تقریباً تمام پاکستان میں موجود ریلوے کی اس اراضی پر ہی قبضہ اور تجاوزات ہیں۔ اگر اسے خالی کروانے کی کوشش کی جائے تو کوئی hard and fast rule نہیں ہے۔ اسی اراضی کے حوالے سے جاچان نے ایک تجویز دی تھی کہ حکومتِ پاکستان ریلوے سے ملحقہ اراضی جو ریلوے کی ملکیت ہے، ہمیں دے دیں۔ چونکہ جاپان کے پاس land نہیں ہے، اس لیے وہ زرعی مقاصد کے لیے اس زمین کو استعمال کرنا چاہ رہے تھے لیکن یہ تجویز مسترد کردی گئی۔ پتا نہیں اس کے پیچھے کیا حکمت کارفرما تھی۔ ہمارے پاس چین اور جاپان جیسے دوست ممالک موجود ہیں جہاں ریلوے کامیابی کی ایک جیتی جاگتی مثال ہے۔ ان ملکوں کی ریلوے شاید ہمارے ہوائی جہازوں سے بھی کہیں بہتر سروس مہیا کرتی ہے۔ اس کے مقابلے میں آپ اگر بھارت کو بھی دیکھیں جو کہ ہمارے standard کا ایک ملک ہے تو وہاں بھی ریلوے بہت زیادہ use ہوتی ہے لیکن بہت کامیابی کے ساتھ۔ وہاں ریلوے کا شعبہ transport کا اہم جزو ہے۔

ریلوے غریب کی سواری ہے، شاید اسی لیے یہ بربادی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے۔ Local railway کا system بھی بالکل برباد ہوچکا ہے۔ کراچی، لاہور اور دوسرے بڑے شہروں میں اس کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔ ٹرانسپورٹ مافیا دن بدن مضبوط تر ہوتا جارہا ہے لیکن اس جانب کوئی توجہ نہیں دی جارہی۔

دوسری طرف جہاں تک پی آئی اے کی بات ہے، آج ہمیں بتایا جاتا ہے کہ پی آئی اے میں بہتری کی کوئی امید نہیں، ایک وقت تھا یہی پی آئی اے، ایئر مارشل اصغر خان صاحب کے دور میں دنیا کی نمبر 2 ایئر لائن رہی ہے۔ اس دور میں یہ تھا کہ جہاز کہیں سے بھی خالی نہیں آتے تھے، اگر خالی آنا ہو تو کوئی نہ کوئی business یا نئی پراڈکٹ یا چیز introduce کروادیتے تھے۔ آج international visits پر ادارہ تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا ہے۔ ملازمین over-loaded ہیں، سیاسی بھرتیاں کی جاتی ہیں تاکہ آنے والے وقتوں میں اپنی unions

مضبوط ہوں اور ملک میں اپنے voters بڑھائے جائیں۔ جہاز international visits پر بھی خالی جاتے ہیں۔ یہ تمام سیاسی مفادات کی game ہے جس کے بارے میں فوری طور پر action لینے کی ضرورت ہے۔

اگر ان مسائل کا کوئی حل نظر نہیں آتا تو میرے خیال میں اسے privatize بھی کردیا جائے تو کوئی قباحت نہیں ہے۔

جناب سپیکر: توصیف عباسی صاحب۔

جناب توصیف احمد عباسی: بہت شکریہ جناب سپیکر۔ ہمارے ملک کے دو اہم اداروں ریلوے اور پی آئی اے کے بارے میں بات ہو رہی ہے۔ میں کہنا چاہوں گا کہ ان اداروں کو چلانے کے لیے جو حکومت ہم لوگ تشکیل دیتے ہیں، وہ اکثریت کی نمائندہ نہیں ہوتی۔ موجودہ حکومت27 فیصد لوگوں کی elected حکومت ہے جو پاکستان کی majority کو represent نہیں کرتی، آپ خود اس بات سے اندازہ کرسکتے ہیں۔ پچھلی مرتبہ بھی so called democratic government تھی، نہ جانے کتنے فیصد لوگوں کی وہ حکومت تھی، ہر بندہ اس حکومت کو criticize کرتا ہے۔ میں کہنا یہ چاہ رہا ہوں کہ جن لوگوں کو ہم elect کرتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے right decisions لیں، اداروں کو مضبوط اور بہتر بنانے کی کوشش کریں، جب وہ لوگ خود ہی کرپٹ ہوں، خود ہی negligible ہوں، ان میں کام کرنے کی خواہش نہ ہو، ان کے پاس کوئی vision نہ ہو تو پھر یہ ادارے تباہی کے دہانے تک ہی پہنچیں گے۔

جناب سپیکر! میں یہاں ایک دو points add کرنا چاہ رہا ہوں۔ ابھی کچھ عرصہ قبل ایک business train چلائی گئی جو بڑا اچھا step تھا۔ پی آئی اے اور ریلوے کے figures تشویش ناک ہیں۔ ریلوے حکام کے مطابق ریلوے کو واپس اپنے track پر آنے کے لیے، مختلف ٹرینوں کی خریداری اور infrastructure کو دوبارہ develop کرنے کے لیے 197 ارب روپے چاہییں۔ جناب سپیکر! اس بات کی بھی کوئی surety نہیں ہے کہ اتنے ارب دینے کے بعد بھی ریلوے کا شعبہ اس position میں آجائے گا جیسا کہ ہم چاہ رہے ہیں یا جیسا ہونا چاہیے۔ اسی طرح پی آئی اے آپ سے 207 ارب روپے مانگ رہا ہے۔ اس بات کا بھی ہمیں یقین نہیں ہے کہ پی آئی اے کا بورڈ آف گورنرز یا اس کو چلانے والے کیا اس کو بہترین طریقے سے چلا پائیں گے یا نہیں۔ یہ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ ہماری economy اس وقت جس position میں ہے، ہم اس چیز کو afford نہیں کرسکتے۔

جناب سپیکر! فی الحال جو possible solutions ہیں، وہ میں عرض کرنا چاہوں گا۔ میری اپنی رائے یہ ہے کہ ان اداروں کو privatize کیا جائے تاکہ وہ بڑے investors جو پاکستان میں investment کرنا چاہتے ہیں، وہ ریلوے اور دوسرے اداروں میں investment کریں۔ ان اداروں کو بہتر کرنے کے لیے فی الحال یہ ایک possible solution ہوسکتا ہے۔اس کے علاوہ میرے پاس کوئی اور suggestion نہیں ہے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب سراج میمن صاحب۔

جناب سراج دین میمن: قرارداد move کرنے والے معزز رکن نے خود ہی کہا کہ یہ دونوں ادارے politicized ہیں، یہاں nepotism ہے، favoritism ہے اور یہاں پرچی سسٹم چل رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ کہتے ہیں کہ action لیں۔ اب action کون لے گا؟ جب ادارے کے بڑے، منسٹر، سیکرٹری یا ڈی جی خود ہی کرپٹ ہوں یا وہ صدر صاحب کی ہدایت کے مطابق تعینات ہوتے ہوں تو پھر action کون لے گا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے

کہ flaw ہماری قیادت کا ہے۔ ہمارے پاس قیادت نہیں ہے۔ ہمارے پاس sincere اور dedicated leadership نہیں ہے۔

ایک معزز رکن: جناب! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

ایک معزز رکن: جناب! ہمارے پاس judiciary independent ہے، وزیر اعظم کو انہوں نے گھر بھیج دیا ہے تو کیا وہ یہ کام نہیں کرسکتے۔

جناب سراج دین میمن: جناب! اگر آپ کے پاس کرپشن کے ثبوت موجود ہیں کہ کون کررہا ہے، جیسا کہ ہمارے ایک معزز رکن نے پہلے بھی resolution پر بات کی تھی، if you have any solid proofs, then why don't you go to Supreme Court. آپ سپریم کورٹ کے پاس جائیں۔ آپ صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ mismanagement ہے یا کرپشن ہورہی ہے تو آیا کرپشن کا کوئی ثبوت آپ کے پاس ہے۔

جناب محمد حماد ملک: جناب! پوائنٹ آف آرڈر۔ ریلوے کرپشن کا already ایک کیس سپریم کورٹ میں چل رہا ہے۔ اس میں ثبوت بھی پیش کیے گئے ہیں۔ یہ کیس بے کار تیل use کرنے سے متعلق ہے، اس کیس میں کافی لوگوں کو سزا بھی ہوئی ہے۔

ایک معزز رکن: انہوں نے dismiss ہونے والے وزیر اعظم کی بات کی، جب یہ ریلوے منسٹر ہوا کرتے تھے تو انہوں نے ریلوے میں کرپشن یا نوکریاں دینے کی وجہ سے چھ یا نو مہینوں کی جیل بھی کاٹی تھی لیکن ریلوے کو اس چیز سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا، صرف judicial action لینے سے فائدہ نہیں ہوتا، پالیسیاں بھی implement کرنا پڑتی ہے۔

جناب سراج دین میمن: جناب! میں اپنی بات کو آگے بڑھانا چاہوں گا۔ پی پی پی کے first tenure کے دوران PIA میں 6,000 نوکریاں دی گئیں جبکہ اس معاملے پر سپریم کورٹ میں ایک کیس بھی چلا۔ کراچی شہر کی مثالیں ہیں، میرا ایک دوست multinational pharmaceutical company میں کام کررہا ہے اور ساتھ ہی PIA کا ملازم بھی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیونکہ اس کا ایک رشتہ دار MNAہے۔ MNA کا رشتہ دار ہونے کے ناتے اس کو PIA میں ملازمت ملی ہے۔ He is getting Rs.25,000/- from PIA as well as he is working in a multi-national company. اس ادارے میں ghost employees بھرتی کیے گئے ہیں جس کی وجہ سے یہ politicized ہے۔ اب بات کی جاتی ہے action کی، action تو وہ لیتا ہے جو top پر ہو۔ Top والے ہی کرپٹ ہیں تو action کون لے گا؟ ان کا احتساب عوام کریں گے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے sincere leadership سامنے لانے کی ضرورت ہے۔ یہی ایک way forward ہے، باقی سب گپ شپ لگانے والی بات ہے۔ شکریہ جناب۔

جناب سپیکر: جناب عمیر نجم صاحب۔

جناب عمیر نجم: جناب سپیکر! پی آئی اے اور ریلوے، دونوں ادارے پاکستان کی economy کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ان اداروں کو چلانے کے لیے ہمیں bail out packages دینا پڑتے ہیں۔ اس چیز کو tackle کرنے کے لیے سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں HR issue پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ Proper people at the proper place. The management of these institutions are not loyal to the

company and the people of Pakistan. اس لیے ہمیں ان کا احتساب کرنا چاہیے اور اس کے لیے عدلیہ کا ایک proper bench بننا چاہیے یا پھر دوسری agencies کو اس سلسلے میں کام کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ ان اداروں کا proper audit ہونا چاہیے۔ آپ ان کو جتنی funding کررہے ہیں، اس کی utilization کہاں ہورہی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کے employees کی proper training ہونی چاہیے تاکہ دستیاب ذرائع کو اچھے طریقے سے استعمال میں لایا جاسکے۔

میں یہ add کرنا چاہوں گا کہ ریلوے کے لیے جتنی بھی چیزیں باہر سے import کی جاتی ہیں جیسا کہ انجن یا دوسرا infrastructure وغیرہ، وہ معیاری ہونے چاہییں۔ ہم نے China سے trains اور engines import کیے جو کہ بالکل third class quality کے تھے، جس کے باعث پاکستان ریلوے کو مزید نقصان برداشت کرنا پڑا۔ بہت شکریہ۔

ایک معزز رکن: جناب! پوائنٹ آف آرڈر۔ وہ جو انجن import کیے گئے تھے، وہ third class quality کے نہیں تھے بلکہ گندا تیل ڈالنے کی وجہ سے ان کی crankshafts خراب ہوگئی تھیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جناب نعمان صاحب! آپ نہیں بولیں گے؟

نعمان نیر کلاچوی: شکریہ جناب۔ فی الحال تو نہیں، انشاء اللہ، اگلے item پر بولوں گا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ ظفر صدیق صاحب۔

جناب محمد ظفر صدیق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! یہ بات درست ہے کہ پاکستان کے اکثر سرکاری ادارے سالانہ اربوں روپے کے نقصان میں جارہے ہیں۔ پی آئی اے، ریلوے، واپڈا اور سٹیل ملز نقصان میں جارہے ہیں۔ تمام ادارے کرپشن، mismanagement اور سفارش پر بھرتیوں کی وجہ سے نقصان میں جارہے ہیں۔ ہمیں پاکستان کے تمام سرکاری اداروں میں وہ system introduce کروانا ہے جو multinational companies میں چل رہا ہے۔ اس سے کرپشن بھی ختم ہوگی، mismanagement بھی ختم ہوگی اور سفارش پر بھرتیاں بھی نہیں ہوسکیں گی۔ ہمیں human resource mechanism introduce کروانا ہے جس میں right man for the right job کی بنیاد پر بھرتیاں ہوں گی اور کسی قسم کے نااہل لوگوں کو سفارش پر بھرتی نہیں کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ government owned consultancies companies ہونی چاہییں جو کسی بھی project کو شروع کرنے یا کوئی بھی چیز خریدنے سے پہلے، اس کی feasibility report بنائیں۔ اگر feasibility report positive ہو تو پھر اس منصوبے کو execute کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب سہیل صاحب۔

جناب محمد سہیل: بہت شکریہ جناب سپیکر۔ معزز اراکین نے بہت اچھے points raise کیے۔ یہ بات حقیقت ہے کہ صرف پی آئی اے اور ریلوے ہی نہیں، ملک کے دوسرے بہت سے ادارے بھی بالکل اسی طرح کی صورتحال کا شکار ہیں۔ اس میں سٹیل ملز بھی ہے، واپڈا بھی ہے اور حکومتی شعبے میں چلنے والے banks ہیں۔ ان اداروں میں خرابی کی basic وجوہات میں کرپشن ، ملازمین کی ضرورت سے زائد بھرتی اوران کے top officials کی political influence کے ذریعے induction شامل ہیں۔ اس کی ایک example میں آپ کو دینا چاہوں گا، زرعی ترقیاتی بینک کے President کی competency صرف اور صرف یہ تھی کہ وہ

صدرزرداری کے کلاس فیلو تھے۔ کیڈٹ کالج پٹارو میں صرف انٹرمیڈیٹ تک انہوں نے پڑھا تھا، اس کے بعد انہوں نے پڑھا بھی کچھ نہیں۔ وہ اب PCB کے چیئرمین بھی تعینات ہوگئے ہیں اور اس کی وجہ بھی وہی دوستی ہے۔ جو حال انہوں نے پہلے ادارے کا کیا تھا، اب PCB کا بھی وہی حال کریں گے۔

اس حکومت کے آنے سے پہلے، پی آئی اے میں 13 ارب روپے کا خسارہ تھا۔ اس حکومت کے آنے کےبعد، اس حکومت کی برکت کی وجہ سے وہ خسارہ تین گنا ہوگیا اور 36 ارب سے بھی تجاوز کرگیا۔ پی آئی اے کے حوالے سے میں آپ کو ایک statistics بتانا چاہوں گا کہ دنیا کی اچھی airlines میں employees to the fleet ratio کے تحت ایک جہاز کے لیے تقریباً تیس سے چالیس یا پھر maximum پچاس employees ہوتے ہیں۔ دوسری طرف ماشاءاللہ پی آئی اے میں جو حال ہے، ایک aircraft کے لیے پانچ سو سے زیادہ employees ہیں۔ جب تک یہ پانچ سو سے زیادہ employees رہیں گے تو پی آئی اے کا حال اسی طرح خراب رہے گا۔ آج جس کو 20 ارب کے bail out package کی ضرورت ہے، کل وہ 30 یا پھر 40 ارب تک بھی جائے گا۔ بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب حماد ملک صاحب۔

جناب محمد حماد ملک: جناب سپیکر! یہ جو resolution میرے fellows نے یہاں پر پیش کی ہے، اس کا بنیادی مقصد ایوان کی توجہ ان دو بہت ہی اہم اداروں کی طرف مبذول کرانا تھا، جو اس وقت تباہی کے دہانے پر ہیں۔ میں اپنے باقی ساتھیوں کی باتوں سے agree کروں گا کہ واقعی پاکستان کے تقریباً سارے ہی departments اس وقت تباہی کی طرف جارہےہیں لیکن یہ دو ادارے ایسی جگہ پر پہنچ گئے ہیں جہاں سے ان کی واپسی اس وقت تقریباً ناممکن ہوچکی ہے۔

ریلوے صرف پاکستان میں ہی نہیں، باقی دنیا میں بھی ایک خاص importance رکھتی ہے لیکن پاکستان کے لیے یہ اس لیے بھی بہت اہم ہے کیونکہ پاکستان اس وقت ایک بہت ہی severe energy crisis سے گزر رہا ہے۔ ہم اس وقت گیس کے شدید بحران کا شکار ہیں۔ آپ اگر گاڑیوں کو گیس سپلائی کرتے ہیں تو گھروں کے لیے گیس نہیں ہوتی۔ جب ریلوے کا نظام نہیں ہوگا تو لوگوں نے لوکل ٹرانسپورٹ پر ہی سفر کرنا ہے۔ لوکل ٹرانسپورٹ نے اسی طرح کے energy source کو استعمال کرنا ہے، اس کے result میں ہمیں اسی طرح کے energy crisis کا سامنا ہوگا۔ ہمارے منسٹرز بڑے آرام سے آکر کہہ دیتے ہیں کہ گیس کا illegal use ہوا، گاڑیوں میں گیس کے سلنڈر لگالیے گئے، اس وجہ سے energy crisis آگیا۔ وہ منسٹرز یہ نہیں بتاتے کہ خود ان کی اپنی گاڑیاں کیسے چلتی ہیں۔ بلور صاحب نے جو ڈیڑھ سو گاڑی کی fleet بنائی ہے، کیا اس میں گیس سلنڈر نہیں لگوائے۔ ریلوے کا پیسا لے کر اپنی گاڑیوں کی fleet بنالینا، کیا یہ قرین انصاف ہے۔ ہمارے ایک فاضل رکن نے بات کی کہ ہم ان معاملات پر بحث کی بجائے اوپر سے حکومت change کرنے پر زور دیں۔ میں کہوں گا کہ اس resolution کو لانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ ہم اس طرح کے ways devise کریں جو ان اداروں کو تباہی کے دہانے پر پہنچنے سے بچائیں۔

اگر آپ پی آئی اے کی بات کریں تو اس ادارے میں کرپشن اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ یہ ایئرلائن سب سے زیادہ کرایوں والی ایئرلائن بن چکی ہے۔ پاکستان میں کسی اور ایئرلائن کے اتنے زیادہ کرایے نہیں

ہیں جتنے پی آئی اے کے ہیں۔ اسی وجہ سے لوگ اس میں اتنا زیادہ travel کرنا پسند بھی ہیں کرتے۔ جہازوں کا حال یہ ہے کہ پی آئی اے کے پاس ٹوٹل 40 planes اور 22 کے قریب air buses ہیں۔ اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی ان جہازوں میں چوہے دوڑ رہے ہوتے ہیں۔ یہ صرف نااہلی ہی نہیں بلکہ اوپر سے بھی مسائل ہیں۔ ہم نے ان سب کو devise کرنا ہے۔ ہمارا ایوان کی توجہ اس جانب دلوانے کا یہی مقصد تھا کہ ایسے ways formulate کیے جائیں جن سے ان مسائل کا حل نکل سکے۔

ایک فاضل رکن نے بات کی کہ ہمارے پرائم منسٹر صاحب بھی وزیر ریلوے رہے اور اس دوران انہوں نے بڑی کرپشن کی تو اب اس کا علاج نہیں ہوسکتا۔ یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ شیخ رشید کے دور میں یہی ریلوے کا محکمہ تھا جو سب سے زیادہ revenue generate کررہا تھا۔ کیا شیخ رشید کے ہاتھ میں کوئی جادو کی چھڑی تھی؟ انہوں نے بھی تو آخر کچھ ایسے طریقہ کار وضع کیے تھے جس کے باعث ریلوے نے ترقی کی۔ لہٰذا، اچھی قیادت سامنے لانا اور mechanism devise کرنا ہمارا ہی کام ہے اور اس پر بات ہونی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: انعم ضیا۔

محترمہ انعم ضیا: جناب! میرے point پر پہلے ہی بات ہوچکی ہے، میرا point جو privatization کے بارے میں تھا، اس پر میرے بھائی پہلے ہی بول چکے ہیں۔ میں صرف یہ کہنا چاہوں گی کہ privatization partial ہونی چاہیے نہ کہ complete privatization. اگر آپ complete privatization کرتے ہو تو اتنے کرایے تو غریب لوگ دے ہی نہیں سکتے۔

میرا دوسرا point یہ ہے کہ جو قرارداد پیش کی گئی ہے اس میں ریلوے اور پی آئی اے کو ایک ساتھ رکھا گیا ہے۔ ان دو اداروں کو separately handle کرنا پڑے گا۔ گوکہ مسائل بعض جگہ meet کرتے ہیں، when you talk about the standards, overcrowded staff planes or the mismanagement but still problems دونوں کے ایک جیسے نہیں ہیں۔ اگر آپ نے ان اداروں کو handle کرنا ہے تو انہیں institutionalize کرنا چاہیے اور ان institutions میں باقی حکومت کا عمل دخل نہیں ہونا چاہیے if you want them to work and operate efficiently. بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: محمد عتیق صاحب۔

جناب محمد عتیق: میں کچھ information اور recommendations share کرنا چاہوں گا۔ پاکستان کے law اور 1973 کے آئین کے تحت corporations کو ہمیشہ جو subsidy دی جاتی ہے وہ 50% کے حساب سے ہوتی ہے یعنی 50% حکومت pay کرتی ہے اور 50% کوئی بھی کارپوریشن اپنے revenue سے پورا کرتی ہے جیسا کہ ریڈیو، ٹی وی، ریلوے اور پی آئی اے generate کرتے ہیں۔ ابھی بات ہورہی ہے دونوں کی upgradation کی، میری پہلی recommendation یہ ہے کہ چونکہ دونوں ادارے corporations ہیں تو ان کی 50% subsidy سے بڑھا کر 60 یا 65% کردی جائے تو صورتحال میں کچھ بہتری آسکتی ہے۔

دوسری بات جو میں کہنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ ریلوے یا پی آئی اے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ چونکہ ہمارے ہاں زیادہ revenue generate نہیں ہورہا، لوگوں کا trust ختم ہورہا ہے تو ان کو privatization کی

طرف لے جایا جائے۔ 1973 کا آئین یہ کہتا ہے کہ جب آپ کی land کے problems ہوتے ہیں جیسے ریڈیو ایک بڑا network ہے، ریلوے یا پی آئی اے ہے تو نجکاری کی صورت میں shares 52% ہمیشہ حکومت کے پاس رہتے ہیں جبکہ 48% کو پرائیویٹ سیکٹر میں دیا جاتا ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ یہ دونوں ادارے privatize بھی نہیں ہوسکتے، maximum یہ ہوسکتا ہے کہ کچھ ڈبے یا کچھ trains ان کو دے دی جائیں۔ یہ بات ہمیں سمجھنی پڑے گی۔ ہم لوگ یہ کرسکتے ہیں کہ کرایے وغیرہ سے متعلق کچھ partial چیزیں ہم privatize کرسکیں تو صورتحال میں بہتری آسکتی ہے۔

تیسری چیز جو انتہائی اہم ہے کہ یہ ادارے، حکومتی کارپوریشنز کیوں تباہی کی طرف جارہی ہیں۔ کوئی بھی چیز تباہی کی طرف اس وقت جاتی ہے جب اس کا substitute کچھ نہ کچھ available ہوتا ہے۔ میں ایک recent example دوں گا، ابھی کچھ عرصہ قبل لاہور سے کراچی کے لیے ایک بزنس ٹرین شروع ہوئی تھی۔ اس میں ایک بم دھماکا ہوا۔ وہ بم دھماکا اس لیے کیا گیا یا اس ٹرین کو degrade کرنے کی کوشش کی گئی کہ پرائیویٹ سیکٹر یا اس کے دوسرے beneficiary جو ٹرانسپورٹ کے شعبے سے تعلق رکھتے ہیں، وہ نہیں چاہتے کہ ان چیزوں کو upgradeکیا جائے یا یہ چیزیں اتنی fluently run کریں۔ اس طرح پی آئی اے کے علاوہ دوسری airlines بھی نہیں چاہیں گی کہ پی آئی اے ان سے زیادہ revenue generate کرے۔ یہ ایک ایسا mafia ہے جو ان اداروں کو degradation کی طرف لے کر جاتا ہے یا ان کے اندر کرپشن لے کر آتا ہے۔ 1960 میں ایوب خان کے دور میں جب mass transit rail system introduce ہوا تو ٹرین کا سفر preferable ہوتا تھا جہاز کے سفر کے مقابلے میں کیونکہ وہ most luxurious ہوتا تھا۔ اس وقت یہ mafia بھی زیادہ develop نہیں ہوا تھا۔ تیسری بات جو اہم ہے کہ ایک mafia جو ان دونوں اداروں کو تباہ کرنا چاہ رہا ہے، اس کو control کرنے کی ضرورت ہے۔ باقی privatization پر work کیا جاسکتا ہے اور اور subsidy کو تھوڑا سا بڑھایا جاسکتا ہے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: محترمہ سارہ خان۔

محترمہ سارہ عبدالودود خان: شکریہ جناب۔ میرے ملک کے ایک نامور صحافی نے ایک اعلیٰ منصب پر فائز ایک شخصیت سے سوال کیا کہ ریلوے اور پی آئی اے تباہی کی طرف جارہے ہیں، اس کی کیا وجوہات ہیں۔ جواب آتا ہے ’آپ کی نظر میں‘۔ جب ایک اعلیٰ منصب پر فائز شخصیت جب اس قسم کے remarks pass کرے تو پھر اس بات پر حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ کیوں ہمارے ادارے زبوں حالی کا شکار ہیں۔ یہی پی آئی اے تھا جس نے Emirates کی بنیاد رکھی اور اس کو اس کے پیروں پر کھڑا کیا۔ Today it is one of the leading airlines of the world.

Mr. Speaker: Eight other airlines including

(55:00)